اللہ اکبر

سلسلہ مضامین حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد

نمبر ۱۲

حزب اللہ

از خامہ

امام الاحرار حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی

جس کو

منشی مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ نے

باہتمام لالہ ہرنام داس صاحب گپتا

سوراج پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت ۱۳/

خلافت اور انگلستان

(از جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا پٹنہ سکریٹری آل انڈیا خلافت کمیٹی)
مسئلہ خلافت کی کیا اہمیت ہے۔ برطانیہ کا طرز عمل خلافت اور خلیفہ کے ساتھ کیسا رہا۔ ان دونوں مسئلوں پر پہلی زبردست تصنیف ہے۔ ملک کے بہترین مصنفوں۔ علماء اور لیڈران نے جس کی تعریف کی ہے۔ مسٹر مظہر الحق پٹنہ اور مسٹر بکھتال ایڈیٹر بمبئی کرانکل نے دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔ بالتصویر ہے۔
مولانا محمد علی۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مسٹر مظہر الحق۔ مسٹر بکھتال۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور دیگر حضرات نے بیحد تعریف کی ہے۔ اس سے بہتر کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے۔ متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اردو ترجمہ عہ/

رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب کی تصانیف

تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ اول

امرتسر۔ دہلی۔ بمبئی۔ پیرس۔ لاہور۔ کلکتہ کی مشہور تقریروں کا مجموعہ ۸/

تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ دوم

کراچی۔ الہ آباد۔ گجرات۔ احمد آباد۔ لکھنؤ کی زبردست تقریروں کا مجموعہ ۸/

خطبۂ صدارت مولانا محمد علی صاحب دہلی و لکھنؤ کانفرنس ۵/

جذبات جوہر (مجموعہ نظم) ۲/ تقریر مدراس ۳/ بیان مقدمہ کراچی ۴/

مکمل مقدمہ کراچی عدالت ابتدائی و سشن جج عہ/

بیان مولانا حسین احمد صاحب در مقدمہ کراچی ۲/

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات! ۱۳ ۱۹ء میں حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی نے انجمن حزب اللہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور اُسکے اصول مقاصد کی تشریح میں ایک زبردست مضمون مسلسل شائع فرمایا تھا۔ اگرچہ وہ مضمون ایک خاص غرض سے اُس وقت حضرت مولانا نے تحریر فرمایا تھا لیکن اس میں بیشمار ضروری مضامین اسوقت اور ہر زمانہ کے لئے موزوں ہیں۔ اس لئے احباب کے اصرار پر اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ افسوس کہ مولانا کی نظربندی رانچی کی وجہ سے اس انجمن کو آئندہ ترقی نہو سکی۔ اُمید ہے کہ ناظرین مطالب پر غور فرماویں گے۔ اور جگہ جگہ آیات قرآنی کی تفسیر سے بہرہ اندوز ہوں گے۔

خادم ملت

مشتاق احمد۔ ناظم قومی دارالاشاعۃ

محلہ کوٹلہ۔ شہر میرٹھ

۸ر دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء

الداء والدواء

یعنی

جماعت "حزب اللہ" کے اغراض و مقاصد

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ
وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ
فَلْيَفْرَحُوا، هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ (۱۰ - ۶۰)

زخمہ بر تارِ رگِ جاں می زنم — کس چہ داند تا چہ دستاں می زنم
زخمہ بر تارم پریشاں می رود — کیں نواہائے پریشاں می زنم
خامہ ہم از نے درم گرم من ست — آتش از نے در نیستاں می زنم

باز شورم در خروش آوردہ ست — باز ہوئے ہمچو مستاں می زنم
دے بہ یغما دادہ ام رخت و متاع — امشب او در شبستاں می زنم
جوئے شیر از سنگ راندن ابلہی ست — بہر گوہر تیشہ بر کاں می زنم

گریہ را در دل نشاطے دیگر ست — خندہ بر لب ہائے خنداں می زنم
بند ہر خواہش ز دل می بگسلم — نقش ہر صورت بعنواں می زنم
دعوئے ہستی، ہماں بت بند گیست — کافرم گر لاف ایماں می زنم

در خراباتم ندیدستی خراب — بادہ پنداری کہ پنہاں می زنم
تو دریں جا بینی و من خود ہنوز — جام مے در بزم اعیاں می زنم

می ستیزم با قضا از دیر باز	خویش را بر تیغ عریاں می زنم
لعب با شمشیر و خنجر می کنم	بوسہ بر ساطور و پیکاں می زنم
در جنوں بیکار نتواں زیستن
آتشم تیز ست و داماں می زنم

تمہید[1]

یہ بار بار کہا گیا ہے کہ عالم اسلامی کے گذشتہ آخری مصائب نے مسلمانوں میں تنبہ و اعتبار کے جیسے غیر معمولی علائم و آثار پیدا کر دئے ہیں، ان کا دو سال اُدھر وجود نہ تھا۔

اس قسم کے آراء و قیاسات ہمیشہ مظنون، اور مستقبل کے نتائج کے محتاج ہوتے ہیں، اور ان کی صحت و عدم صحت کے دلائل منٹوں اور لمحوں کے واقعات و حوادث سے متغیر ہو جاتے ہیں۔ وہ قدیم و حکیم، جو ایک چھوٹے سے بیج کو ایک عظیم الشان نباتاتی ہستی تک پہنچاتا، اور پھر خود اس سے ہزاروں بیج پیدا کرتا ہے، صرف اسکے ہاتھ میں ہے کہ بیداریوں کو استوار، عبرتوں کو نتیجہ خیز، اور متحرک

---

[1] فطرت انسانی عجلت پسند واقع ہوئی ہے۔ خلق الانسان من عجل۔ اسلئے ممکن ہے کہ بعض حضرات کو، جو اغراض و مقاصد کی تشریح کے لئے ایک مبارک اضطراب اپنے اندر رکھتے ہیں، یہ تمہید ناگوار گذرے، کہ سُنی سنائی باتوں کے اعادے سے کیا فائدہ؟ لیکن ہر کام ترتیب طبعی سے انجام پاتا ہے۔ اغراض و مقاصد سے پہلے اُن تمام اُمور پر نظر ڈال لینا ضروری ہے، جن کے بیک وقت پیش نظر ہوئے بغیر، مقصود اصلی سمجھ میں آ نہیں سکتا۔ لوگوں کے بیشمار خطوط و استفسارات ان تمہیدی امور کی نسبت آچکے ہیں، اور اسکے سوا چارہ نہیں کہ تمہید ہی میں اپنے خیالات صاف صاف عرض کر دوں۔ آگے چلکر یہ تمہید ہی تشریح مقاصد کا کام دیگی اور اس میں صرف چند صفحوں کی دیر ہے ۱۲

نعشوں کو حی و قائم اجسام کی صورت میں بدل دے:-

ان اللہ فالق الحب والنوی، یخرج الحی من المیت، ویخرج المیت من الحی، ذالکم اللہ، فانّٰی توٴفکون؟ (۶-۹۵)

"بیشک خدا ہی ہے جو زمین کے اندر بیج کے دانے کو (جبکہ وہ محض امید و بیم کی حالت میں ہوتا ہے) پھاڑ کر (امید و کامیابی کا) ایک قوی و تناور درخت پیدا کر دیتا ہے وہی زندگی کو موت سے، اور موت کو زندگی سے نکالتا ہے

یہی قدرت کی نیرنگیاں دکھلانے والی ذات قدوس، تمہارا خدا ہے، پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو اور کیوں اسکی طرف نہیں جھکتے؟"

علائم و آثار

لیکن اسمیں شک نہیں کہ سمندروں کا پانی اُڑتا اور پھر ابر کی صورت میں پھیل جاتا ہے۔ یہ یقینی ہے کہ پانی کے برسنے سے پہلے موسم بدلتا، اور اپنے آنے سے پہلے، اپنی علامتوں کو بھیجتا ہے۔ طوفان کے آنے سے پہلے طوفانی ہوائیں چلتی ہیں اور برسات سے پہلے ابر غلیظ کی چادریں آسمان پر پھیلا دی جاتی ہیں:-

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا، فیبسطہ فی السماء کیف یشاء ویجعلہ کسفا، فتری الودق یخرج من خلالہ، فاذا اصاب بہ من یشاء من عبادہٖ اذا ھم یستبشرون (۳۰-۴۸)

"اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادلوں کو اپنی جگہ سے اُبھارتی ہیں، پھر خدا جس طرح چاہتا ہے اُن سے کام لیتا ہے۔ کبھی بادلوں کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے، کبھی انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، اور تم کو ایسا نظر آتا ہے گویا انکے درمیان مینہ نکلا چلا آتا ہے! پھر جب اپنے بندوں میں سے جنپر برسانا چاہتا ہے، برسا دیتا ہے، تو وہ (زندگی پاکر) خوشیاں منانے لگتے ہیں!!"

یہ علائم فطریہ اور آثار طبعیہ جو تم کو دنیا میں، اپنے سے باہر نظر آتے ہیں، بعینہٖ تمہارے اندر بھی موجود ہیں۔ تم جو اس تمام صورت و جسم کے ذرّے ذرّے کی پرستش کرتے ہو،

بھول گئے ہو کہ ایک اقلیم قلب و معنی بھی ہے، اور اس "عالم صغیر" میں جو کچھ ہے، اُسی "عالم کبیر" کا عکس و ظلال ہے۔

الم تر الی ربک کیف مدّ الظل؟ (۲۵-۴۷) کیا تم نے اپنے پروردگار کی اس حکمت و قدرت کو نہیں دیکھا کہ اُس نے کیونکر "ظل" یعنی سائے کو پھیلا دیا ہے؟

سر روحانیاں داری و لے خود را ندیدستی
بخواب خود در آ تا قبلہ سر روحانیاں بینی

آفتاب طلوع ہوتا ہے، اور اپنے سائے کو اپنے سامنے متحرک کرتے ہوئے غروب ہو جاتا ہے۔[1] چاند نکلتا ہے، اور عروج و محاق کی منزلیں طے کرتا ہوا نظر آتا ہے۔[2] موسم بدلتے ہیں اور نئی نئی ہوائیں چلتی ہیں۔ سمندروں میں طوفان اُٹھتے ہیں، اور آسمان پر بجلیاں چمکتی ہیں۔ جبکہ موسم خشک [illegible] گرم ہوتا ہے تو بارش کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں، اور جب ان علامتوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو بارش کا نزول ہوتا ہے۔ غرضیکہ جو دنیا تمہارے سامنے موجود ہے، وہ طلوع و غروب، عروج و محاق، تسلط و تنزع، تضارب و تصادم، تخاذل و تسابق، تسفل و ترقی، تبدل و تجدد، اور ایاب و ذہاب کا ایک یکسر مرقع ہے، جسکے مناظر متفاوت، اور جسکے مناظر و امثال متحرک ہیں۔

بعینہ یہی حال اُس دنیا کا بھی ہے جو تمہارے سامنے نہیں، اگر تم [illegible] ہے۔ وہاں بھی طلوع و غروب ہوتا ہے، اور جبکہ تاریکی چھا جاتی ہے تو آفتاب

---

[1] "غروب ہو جاتا ہے" اس اعتبار سے کہا گیا کہ نظر آتا ہے۔ یہ تمام باتیں ہماری روئیت میں داخل ہو کر [illegible] آسمان کو ساکن ہو اور زمین گردش [illegible] گردش کی [illegible]

[2] [illegible] مہینے کی دو آخری راتیں ہیں۔ جب چاند گھٹنے لگتا ہے، یعنی نصف آخر کی۔ (منہ)

دریچۂ ظلمت سے اپنا سر نکالتا ہے۔ وہاں بھی موسم بدلتے ہیں، اور ہوائیں متغیر ہوتی ہیں۔ بہار عیش حیات کا پیغام لاتی ہے، اور خزان افسردگی وہلاکت کے ساتھ ظہور کرتی ہے۔ وہاں بھی سمندروں میں طوفان اٹھتے ہیں، اور زمینوں پر موسم کی تند و تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ جب موسم بدلتا ہے، تو یہاں کے آسمان کی طرح، وہاں کا آسمان بھی بدل جاتا ہے، اور جب پانی برسنے کیلئے آتا ہے، تو پہلے ابر کے چھیطے ٹکڑوں اور سرد ہواؤں کے مرطوب جھونکوں کو بھیجدیتا ہے۔ قحط اور خشک سالی اس سرزمین کی سب سے بڑی مصیبت سمجھی جاتی ہے، لیکن وہاں بھی اس سے بڑھکر اور کوئی مصیبت نہیں جب آسمان اپنی دریا نوالی کا اور زمین اپنی بخشش کا دروازہ بند کردیتی ہے، تو دریا اُتر جاتے ہیں، اور سیر حاصل زمیں خشک ہوکر چٹیل میدان بن جاتی ہے۔ پھر موت اور بربادی دنیا پر چھا جاتی ہے، اور انسان اپنی غذا سے محروم ہوجاتا ہے۔

یہی حال وہاں کا بھی ہے۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں کی خشک سالی جسم کو غذا سے محروم کردیتی ہے، اور وہاں کا قحط قلب وروح کے لئے پیغام ہلاکت ہوتا ہے۔ پس یہاں جسم کے لئے موت ہے۔ جسکے بعد بھی زندگی باقی رہتی ہے، اور وہاں دل کے لئے ہلاکت ہے، جس کی ہلاکت کے بعد زندگی کا کوئی سامان نہیں!

والقلب تحمل مالا یحمل البدان

جسم وجان، رنگ و بو، لفظ و معنی، صورت و حقیقت، یہی دو مختلف دنیائیں اور موجود و مشہود کی دو اقلیمیں ہیں جن کو لسانِ الٰہی "عالم آفاق و انفس" سے تعبیر کرتا ہے:۔

سنریھم ایاتنا فی الآفاق { ہم اپنی نشانیاں عالم کائنات کے مختلف اطراف وجوانب

وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق (۴۱-۵۲) } میں بھی دکھلائینگے اور ان کے نفس کے اندر بھی، یہاں تک کہ انپر ظاہر ہو جائے گا کہ بیشک وہی حق ہے۔

اور یہی وہ عالم معنوی ہے، جسکے آثار و علائم، اور آیات و اسرار پر قرآن کریم توجہ دلاتا ہے، اور جس سے اولاد آدم کی غفلت و اعراض پر وہ ہر جگہ متاسف ہے کہ:-

وفی انفسکم افلا تبصرون (۵۱-۲۱) } اور کیا جو کچھ تمھارے نفس کے اندر موجود ہے، اُسے تم نہیں دیکھتے؟

مابعد آثار و عقب علائم

پس گو آثار و علائم ہمیشہ مظنون، اور مستقبل کا چہرہ ہمیشہ تاریکی میں ملفوف ہوتا ہے، تاہم علامتوں کے ظہور میں شک نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ موسم بدل رہا ہے، اور آنکھیں ابر کی پھیلی ہوئی چادروں کو، اور جسم ٹھنڈی ہواؤں کو محسوس کر رہے ہیں۔ پس پانی کا برسنا ضروری ہے، اور گرمی جس قدر تیزی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے، اتنا ہی بارش کے نزول کو متیقن بھی کر دیتی ہے۔

دلوں کی اقلیم میں ایک شورش بپا ہے۔ اسکے سمندر تہ و بالا ہو رہے ہیں، اور موجوں اور طوفانوں کا زور ہے۔ آسمان کی رنگت پہلے سرخ تھی، مگر اب سیاہ اور تاریک ہو گئی ہے۔ اور بجلی پہلے چمکتی تھی، پر اب گرج گرج کر زمین پر گرنا چاہتی ہے، فضائے آسمان ایک معرکۂ دار و گیر، اور ایک محشر رستخیز بنی ہوئی ہے اور کائنات کی ہر شے اُبھرنے اور اُچھلنے کے لئے بیقرار ہے۔ اگر کوئی فوج نہیں آ رہی، تو یہ گرد و غبار کیوں ہے؟ اگر آگ نہیں جل رہی، تو یہ دھواں کہاں سے اُٹھ رہا ہے؟ اور اگر کچھ ہونے والا نہیں ہے، تو یہ ہونے کی علامتیں کیوں ظاہر ہو رہی ہیں؟

انّ فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان لہ قلبٌ اوالقی السّمع وھو شھید۔

دہقان آسمان کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ اُسے کیا کرنا چاہیے اور کشتی بان طوفان کے آنے سے پہلے کشتی کو کنارے تک پہنچا دیتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ دلوں کی شورش و اضطراب بھی بے معنی نہ ہو اور اس اقلیم کے حوادث و تغیرات کے اشارات گویا سمجھے جائیں۔

عالم اسلامی آج ایک آخری انقلاب کے کنارے پر ہے، اور تبدیلیوں اور انقلابوں کی وہ تمام علامتیں اسکے چپے چپے میں موجود ہیں، جو دنیا کے گذشتہ سخت سے سخت انقلابات کی تکمیل سے پہلے ہمیشہ ظاہر ہوا کی ہیں۔ وہ انقلابات عظیمہ جنھوں نے دنیا اور دنیا کے مناظر کو یکسر پلٹ دیا۔ وہ تغیرات مدہشہ جنھوں نے قوموں اور ملکوں کی تاریخ ایک قلم اُلٹ دی۔ وہ، جنھوں نے زمین کے جغرافیے اور اسکی خشکی اور تری کے حدود میں تبدیلیاں کردیں۔ وہ، جنھوں نے انسانی نسلوں کے عمران و تمدن اور ان کے عوائد و خصائل کی عمارتوں کو ڈھا کر پھر از سر نو تعمیر کردیا، اور وہ، جو اسلیے ظاہر ہوتے ہیں تاکہ حیات و ممات امم کے قانون الٰہی کے مطابق، زمین اور زمین کے بسنے والوں کو از سرتا پا بدل دیں۔ ٹھیک ٹھیک ایسے ہی مظاہر و آثار کو اپنے آگے اور یمین و یسار رکھتے تھے، جیسے کہ آج دنیا کے سامنے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ دنیا میں ہمیشہ ہوچکا ہے، اور ایسا ہونا انقلابات امم و ملل کے ایک دائمی قانون کے ماتحت ہے۔ وما تسبق من امۃ اجلہا وما یستاخرون (۱۵-ع ۲) لہ

تہیۂ سفر

منجملہ علائم و آثار مخصوصہ کے ایک علامت یہ بھی ہے کہ رفتہ پر ماتم اور آیندہ کی

لہ اور کوئی اُمت نہ اپنے مقررہ وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔ (منہ)

حسرت کی جگہ اب بہت سے دماغ ہیں، جو کام بھی کرنا چاہتے ہیں، اور محض ماتم وفریاد پر قانع نہیں۔

یہ احساس عام ہے اور عالم اسلامی کے دیگر اکناف و اطراف سے قطع نظر خود ہندوستان میں بھی باوجود استیلائے یاس و قنوط موجود ہے۔ اور اگر صحیح وسائل اختیار کرے، تو فی الحقیقت انقلاب حالت کا اسے پہلا بیج سمجھنا چاہیئے۔

کل کی فکر آج ہر شخص کے سامنے ہے۔ فکر مستقبل اب صرف خاص دماغوں ہی کا حصہ نہیں رہا، بلکہ اخبارات کے دفاتر کی کسی دیہات کی ایک چکی پیسنے والی عورت بھی سمجھنے لگی ہے۔ کل تک مصائب کے ورود کا خوف تھا، اسلیئے صرف ذہن و دماغ ہی ان کو محسوس کر سکتے تھے، مگر آج جبکہ وہ ظاہر ہو چکے ہیں اور بقیہ ظہور سامنے ہے، تو انکے سمجھنے کے لیئے دماغ کی نہیں بلکہ دیکھنے کے لئے آنکھوں کی ضرورت ہے۔ اور دماغ کم ہوں مگر آنکھوں کی کمی نہیں۔

کچھ تو مایوس ہیں اور کچھ متلاشی، مگر انتظار دونوں کو ہے۔ پہلوں کو اگر راہ دکھلا دی جائے تو چلنے سے انکار نہیں، گو ابھی ان کے قدم ساکن ہیں۔ اور دوسرے فکر و جستجو میں حیران ہیں کہ کس طرف کا رخ کریں، اور منزل گو معلوم ہے مگر راہ یاد نہیں۔

بیداری کے بعد غفلت

حریفان رہ دیر کردند گم　　　　فویل لھم ثم ویل لھم

مگر جیسا کہ میں مختصراً اشارہ کر چکا ہوں، آج کسی قدر تفصیل کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ غفلت کے معنی صرف بستر ہی پر سونے کے نہیں ہیں بلکہ سونے کے ہیں، اور جو مسافر بستر غفلت سے اٹھ کر راہ میں سو جائے، وہ گو بستر سے اٹھ چکا ہے، لیکن نیند سے بیدار نہیں ہوا۔

سفر کا تہیہ ہی مطلوب نہیں ہے، بلکہ صحیح راہ سفر کا معلوم کرنا اور پھر اسپر چلنا دونوں باتیں شرط کار ہیں۔ کیا فائدہ اس سے کہ اپنے بستر کے آرام اور خواب نوشیں کی راحتوں کو خیرباد کہا، جبکہ نیند میں ضائع ہونے والی زندگی، بستر کی جگہ راہ کی گم کردگی اور ضلالت پیمائی میں ضائع ہو رہی ہے!

آج اس بارے میں بلند ترین حد نظر، اور فکر وجستجو کا آخرین سدرۃ المنتہیٰ جو لوگوں کے سامنے ہے، وہ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ حفظ اسلام و مقامات مقدسۂ اسلامیہ کے نام سے ایک وسیع اور عظیم الشان فنڈ جمع کیا جائے، اور ہر مسلمان بقدر استطاعت اس میں حصہ لے، نیز وہ عہد کرے کہ کعبۂ معظمہ کی حفاظت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین کی وراثت اور تاج و تخت حکومت میں سے جو کچھ ہمارے پاس باقی رہا تھا، وہ ہماری غفلتوں اور نادانیوں کی نذر ہو گیا۔ جو باقی ہے ہر آن و ہر لمحہ خطرے میں ہے، اور اگر کوئی متاع آخری رہ گئی ہے تو وہ صرف اسلام کا مبدء اولی اور دعوت الٰہی کا اولین سرچشمہ ہے۔ جہاں "فاران" کی چوٹیاں ہیں، جسپر "سعیر" کے بعد خداوند خدا اسینائے کتاب شریعت اور شمشیر عدل کے ساتھ ظہور کیا۔ جہاں وہ محترم و قدوس "غار" ہے، جسکی تاریکی میں "داعی الی اللہ و سراج منیر" کی روشنی سب سے پہلے نمودار ہوئی۔ اور جو دعوت اسلامی اور ملۃ حنیفہ کے اس اولین داعی کی یادگار ہے، جس نے اپنے نفس و جان کی قربانیوں کا اسوۂ حسنہ دکھلاکر، حقیقت اسلامیہ کی پہلی بنیاد رکھی تھی:-

ان اول بیت وضع للناس	"وہ عبادت الٰہی کا پہلا گھر، جو انسانوں کی عبادت
للذی ببکۃ مبارکاً	گزاری کے لئے بنایا گیا، یہی تھا، جو شہر مکہ کی

وهدى للعلمين - فيه آيات بينات مقام ابراهيم، ومن دخله كان آمنا (۳-۹۱)

سرزمین میں فیضان و برکت الٰہی کا مرکز اور عالم و عالمیان کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ اسمیں حکمت الٰہیہ کی بہت سی کھلی کھلی نشانیاں ہیں۔ اور انہی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی اسلام کے اولین داعی حضرت ابراہیم کا "مقام" مقدس ہے۔ جو شخص اس بیت الٰہی کی برکتوں میں داخل ہو گیا، اُس کیلئے پھر ہمیشہ کے لیے امن و امان ہے"

پس ضرور ہے کہ ہر مسلم ہستی اُس کی خدمتگذاری کی راہ میں اپنے تئیں قربان کر دینے کا حلف اُٹھائے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ آیندہ کے لئے پوری سعی و مجاہدت کے ساتھ ایک عظیم الشان اسلامی خزینہ فراہم کیا جائے، جو ہر موقعہ پر ہمارے لئے وسیلۂ کار اور ذریعۂ رفع احتیاجات ہو، اور اس کے لئے بہتر سے بہتر اشخاص اپنا وقت بے دریغ صرف کریں۔

یہ سب کچھ سچ ہے۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ جو ضرورت ہمارے سامنے ہے، جس منزل کی تلاش و جستجو ہے، جس مقصود کے کھوج میں قدم اُٹھے ہیں، اور جس لیلی کے فراق میں مجنوں صفتانِ عشق کی یہ کچھ بے قراریاں ہیں، کیا اسکے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے؟ کیا صرف ایک عہد کا لے لینا، اور ایک بہت بڑے فنڈ کا قائم کر لینا ہی ہماری کوششوں کا اصل مقصود، اور ہمارے امراض کا علاج وحید ہے؟

جو سوال ان کاموں کے شروع کرنے کا سبب تھا، مشکل یہ ہے کہ اختیار کرنے کے بعد بھی وہی سوال سامنے آجاتا ہے۔

گشت رازِ دگر آں راز کہ افشا می کرد

مدتوں مجکو صرف مشغول آہ و بکا رہنے کا الزام دیا گیا۔ کئی ماہ سے لوگ معترض

ہیں کہ صدا اُٹھ رہی ہے مگر مدعا کا پتہ نہیں۔ اسکے اسباب سے تفصیلی بحث کبھی نہ کبھی ہو رہیگی، اور غالباً مضمون کے آخر میں کروں، مگر یہاں صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ یہ خاموشی بے وجہ نہ تھی۔ یارانِ راہ نے منزل مقصود کی جستجو کو جتنا آسان سمجھ رکھا ہے، شاید اس قدر آسان نہیں

بہاکہ مسئلہ عشق ازاں دقیق تر است کہ حل شود بشرف از فکر باطل ہمہ کس

لوگ سفر کا اعلان کر دینے میں بہت جلد باز ہیں مگر بہتر ہوا گر یہ جلدی قدموں کی جگہ دماغوں کو سوچنے میں نصیب ہو۔

روپیہ کا جمع کرنا ایک نہایت اہم کام ہے، اور خدمت کعبہ تو ہر مسلمان کا شعار ملّی ہے۔ پانچ وقت جس تجلی گاہ معبود حقیقی کی طرف روز ہمارا منہ ہوتا ہے، دن میں ایک مرتبہ بھی کیا اُسکی طرف ہمارا دل نہو گا؟ اس ولولے کی آگ جسقدر ممکن ہو بھڑکائیے، اور اگر کچھ بھڑکی ہے تو دامن سے ہوا دیجیے۔ لیکن کہنا صرف یہ ہے کہ اسکے بعد مشکل حل نہیں ہو جاتی، اور عقدۂ کار کی گرہ بدستور باقی رہتی ہے۔ پھر کہتا ہوں کہ یہ سب شاخیں ضرور ہیں، سوال یہ ہے کہ جڑ کہاں ہے؟ باغ بسانے کی تدبیر یہ نہیں ہے کہ درختوں کی شاخوں پر پچکاری سے پانی دیجیے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جڑ کو تر و تازہ کیجیے۔ آپ کو یہ معلوم نہیں تو ممکن ہے کہ دوسروں کو معلوم ہو

تو گل از باغ میخواہی من از گل باغ می جویم
من از آتش دخاں بینم تو آتش از دخاں بینی

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۱۶-۴۳) { پھر اگر تمھیں معلوم نہیں تو صاحبان فکر و ذکر سے دریافت کرو

صرف روپیے پر زور دینا ایک خطرناک غلطی ہے

یقیناً حالات نے ہمیں بتلا دیا ہے کہ "ضروریات ملی" کی غرض سے ایک وسیع

"خزینۂ ملی" (نیشنل فنڈ) کا ہمیشہ مہیا رکھنا کس وجہ ضروری ہے؟ بس ضرور ہے کہ اسکا سامان کیا جائے۔ لیکن صرف کسی ایسی انجمن کا قائم کرلینا، اُن آنے والے مصائب کو کیونکر دور کر سکیگا، جو چاروں طرف سے ہم پر اُمنڈنے والے ہیں؟ کیا ملکوں اور قوموں کا انقلاب ایک ایسا معاملہ ہے، جسکو ایک دو کروڑ روپیہ بطور رشوت دیکر ہم اپنے حسب مرضی طے کرا لینگے؟ کیا کرایے کی فوجیں، اور کرایے کا جوش لنڈن اور برمن میں ملتا ہے کہ جب کبھی کوئی فوج بلاد اسلامیہ پر حملہ آور ہوگی تو ہم تار کے ذریعہ اُجرت طے کرکے فوراً اُنھیں میدان کی طرف روانہ کردینگے؟ کیا ہماری تمام بربادیاں اور نامرادیاں صرف اسلئے تھیں کہ ہم نے ہمیشہ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھا، اور یورپ نے صرف افلاس کا الزام رکھکر ہم سے سلانیک اور ایڈریانوپل لے لیا؟

فرض کیجئے کہ کل کو فرانس نے شام پر علانیہ قبضہ کرلینا چاہا، اور اس کی خبر ریوٹر نے ہمیں پہونچا دی۔ اس وقت ہمارے پاس ایک نہایت طاقتور انجمن ہوئی جسکے خزانے میں دو سال کا چندہ چودہ کروڑ روپیہ موجود ہوا۔ پھر با ایں ہمہ دولت فراواں، ہم کیا کرینگے؟ ایم۔ پوائنکرے کو تار دینگے کہ ہم سے ۱۴ کروڑ روپیہ لیکر شام کے قبضے کا ارادہ ترک کردو؟ یا سر ایڈورڈ گرے سے درخواست کرینگے کہ ہم سے ۱۴ کروڑ روپیہ لیکر اپنے اتحاد ثلثہ کے مقاصد اور فیصلۂ مسئلہ مشرقی کو واپس کر لیجئے، اور کرائے کی ایک عظیم الشان اور قاہرہ باسل فوج از راہ رعایا پروری ساحل بیروت پر اُتار دیجئے؟ فما لکم کیف تحکمون؟

ممکن ہے کہ بعض خوش اعتقاد بزرگوں کا ایسا خیال ہو:۔

وللناس فیما یعتقدون مذاہب

لیکن:۔ فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم ✤ بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

اگر مثال کے لئے فرض ہی کرنا ہے تو زیادہ بہتر مثال کیوں نہ فرض کی جائے؟ فرض کیجئے کہ کل کو انگلستان نے مسئلہ عراق کا قطعی فیصلہ ضروری سمجھا، اور اسپر قبضے کا اعلان کردیا تو پھر اسوقت ہمارا یہ عظیم الشان فنڈ کیا خدمت انجام دیگا؟

عزیزان من! ملکوں اور زمین کے ٹکڑوں کا نیلام نہیں ہے کہ آپ بھی زیادہ سے زیادہ بولی دینے کے لئے اپنی جیب کو مستعد رکھیں۔ یہ تو قوتوں کا مقابلہ اور طاقتوں کی نبرد آزمائی ہے۔ صرف آپکی جیب بھاری ہوگئی تو اس سے کیا ہوتا ہے جبکہ دل ہی خالی ہے!

معمورۂ دلے اگرت ہست باز گوئے کیں جا سخن بہ ملک فریدوں نمی رود

اس وقت کے مستعد جوش و خروش اور طاقتور حسیات اسلامیہ کو محض روپے کے جمع کر دینے ہی میں خرچ کر ڈالنا، اپنے ہاتھوں اپنی آخری فرصت کو کھونا ہے۔ روپیہ کی ضرورت اور قوت سے انکار نہیں، لیکن خدارا اتنی پرستش تو نہ کیجئے کہ قوم کی ساری قوتیں صرف اسی میں ضائع ہو جائیں؟

ہمارے سامنے آج ہمارا زوال ہے، ہم بربادیوں کے کنارے پر کھڑے ہیں اور اپنی تجہیز و تکفین کا سامان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے پاس اب اتنی مہلت نہیں ہے کہ بار بار نسخے آزمائیں، اور بہت سے طبیبوں سے رجوع کریں ہم کو اسوقت صرف ایک ہی نسخے کی ضرورت ہے، اور صرف ایک ہی طبیب کی۔ ہمارے امراض یقیناً بے شمار ہیں، اور فرصت ہوتی تو ایک ایک کا علاج کرتے، مگر اب تو ایسے نسخے کی تلاش ہی پر انحصار زندگی اور امید صحت ہے، جو ایک ہو مگر اپنے اندر ہمارے تمام بیشمار امراض کا علاج رکھتا ہو۔

پھر اگر ہم نے محض خدمت حرمین کا عہد کر لیا اور ایک رقم ماہوار یا سالانہ اسکے لئے نکالدی، تو گو یہ بہت اچھا کیا، اور کئی حیثیتوں سے مفید ہوگا، لیکن

کیا اس سے ہمارے تمام اُن امراض کا علاج ہو جائیگا، جنھوں نے صدیوں سے ہمارے جسم کو کھوکھلا رکھا ہے، اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ:۔

کیں خستہ اگر دیر زید بدشام بمیرد!

کہا جاتا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا خاتمہ، اور ٹرکی کا بدرجۂ قصویٰ انحطاط ایک ایسا واقعہ ہے، جس نے حرمین شریفین کی حفاظت کو خطرے میں ڈالدیا ہے، پس اب صرف اسلئے اُٹھ کھڑے ہونا چاہیئے۔ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ہمارے لیے صرف یہی ایک کام علاج اصلی ہے، تو سوال یہ ہے کہ اس مقصد کو بھی کیونکر حاصل کرینگے؟ ہمارے پاس دو ہی چیزیں ہونگی۔ یا ممبروں کا عہد یا انجمن کے خزانے کا روپیہ، عہد و قرار توپ و تفنگ کا کام دے نہیں سکتا، اور روپیہ لیکر حملہ آور واپس نہیں ہو سکتے۔ پھر:۔

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما؟

فرض کیجیے کہ اگر تمام مسلمانان ہند نے حرمین شریفین کی جگہ آج ایڈریانوپل کی (مسجد سلیم) کی حفاظت و خدمت کا عہد کر لیا ہوتا، اور اس نام سے ایک فنڈ بھی ان کے پاس مہیا ہوتا، تو کیا ایڈریانوپل کو وہ بچا لیتے؟

ایام جنگ میں ہم نے جو کچھ مالی مدد دی، وہ نتائج کی محتاج نہ تھی۔ کیونکہ وہ جنگ، اور اسلام و صلیب کے مقابلے کا وقت تھا، اور بغیر فکر نتائج و عواقب، ہمارا فرض دینی و جہادی یہ تھا کہ جو کچھ بن پڑے، اس سے دریغ نہ کریں۔ آج بھی جبکہ مہاجرین کے مصائب کے حالات ہمارے سامنے ہیں، ہمارا فرض دینی ہے کہ انکی اعانت کریں۔ اور یہ اعانت کچھ اس بنا پر نہیں ہے کہ اس سے مصائب اسلامی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

لیکن جبکہ ہم آیندہ کے لیے انتظام کرنا چاہتے ہیں، جبکہ مسلمانان عالم کا

مستقبل ہمارے سامنے ہوتا ہے، اور جبکہ آیندہ کی حفاظت کے نام سے ہم قوم کو دعوت دیتے ہیں، تو ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ ہر قدم پر نتایج و عواقب امور کا لحاظ رکھا جائے، اور اس وسیلۂ فوز و فلاح کی جستجو کریں، جسکے حاصل ہو جانے کے بعد آیندہ کے لئے ان مصائب کے نزول و ہجوم کا قطعی سد باب ہو جائے

کعبہ کی خصوصیت

حاجی بر رہِ کعبہ و داں کیں رہِ دین ست خوش میرود، اما رہِ مقصود نہ این ست

پھر صرف "خدمتِ کعبہ" کی خصوصیت سے بھی میں متفق نہیں ہو سکتا۔ یہ سچ ہے کہ آج بڑی ضرورت مسلمانوں میں تنظیمات عمل (آرگنائزیشن) کی ہے، اور مسلمان کعبے ہی کی حفاظت کے لئے اسلامی ممالک کی بقا کے بھی خواہشمند ہو سکتے ہیں، مگر ضروری ہے کہ اسی وقت اسکی تشریح بھی کر دی جائے۔ نہ کہ ہمتیں پست ہو جائیں، اور تمام موجودہ قوتیں اسی دائرے میں سمٹ آئیں کہ "صرف حدود کعبہ و مدینہ کی حفاظت ہی ہمارا فرض ہے اور بس"۔

جو کچھ کہہ رہا ہوں، بہتر تھا کہ آپ اُسے سمجھتے۔ میں بغیر کسی اندیشہ و تامل کے اپنے عقیدے کا اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ ترجیحات ملت کا یہ ایک اساس قویم ہے جس سے اگر آج غلطی کی گئی تو عجب نہیں کہ اس دور مصائب و نا امیدی میں بے ہمت دلوں کے لئے کوئی سہارا باقی نہ رہے۔

ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ، حتی یلج

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، اور ہمارے آگے جھکنے کی جگہ غرور سے اکڑ بیٹھے، تو یاد رکھو کہ انکے لئے نہ تو کبھی آسمانی برکتوں کا دروازہ کھلے گا، اور نہ کامیابیوں اور کامرانیوں کی بہشت حیات میں داخل ہو سکیں گے

الجمل فی سم الخیاط، و کذالک نجزی المجرمین (۷-۳۹)	ہاں اگر ایسا ہو سکتا ہے کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گزر جائے، تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بھی بغیر اس کے فلاح پا جائیں۔

بیا کہ روئے بمحرابگاہِ نور نہیم — بنائے کعبۂ دیگر ز سنگِ طور نہیم
حطیمِ کعبہ شکست و اساس قبلہ بریخت — بتازہ طرح یکے قصرِ بے قصور نہیم
محلو طاق حرم تا بچند مصلحت ست — کہ داغ عشق بہ پیشانیٔ غرور نہیم
تو نطع دیر فشر و جبیں کہ ما قرابہ مے — بشہپرِ ملک و طیلسانِ حور نہیم
ز جوش جرعہ کشاں صد قیامت انگیزم — جہاں جہاں ز صراحی بادہ صور نہیم
بجرعہ کہ بسوزد دماغ خلوتیاں — خفائے صومعہ در عرصۂ ظہور نہیم

نفس بگیرمی ایں بزم تا یکے (فیضی)
دگر بمجلسِ روحانیاں بخور نہیم

والشمس وضحاھا، والقمر اذا تلاھا، والنھار اذا جلاھا، واللیل اذا یغشاھا، والسماء وما بناھا، والارض وما طحاھا، کہ زمین کا ذرہ ذرہ مستعد، آفتاب کی شعاعیں درخشندہ، آسمان کے بحار منجمد آمادۂ نزول، قوتوں کا نمو، بالیدگیوں کا ظہور، اور محرکات کا اجتماع ہر طرف موجود ہے، اور عالم نشو و نما کے ملائکۂ مدبرہ وقت کے منتظر، اور تخم ریزی کے استقبال کے لئے چشم براہ ہیں۔ دہقان کی قسمت اوج پر، اور زمین کا طالع کامرانی کے افق پر چمک رہا ہے۔ وقت ہے کہ کل کو کاٹنے والے آج بولیں، اور کل جو اپنی زمینیں بھرنے والے ہیں، آج اپنے دامن کو چند بیجوں سے خالی کر دیں۔ یہ ضرور ہے کہ ہاتھ تجربہ کار، دانہ صحیح و سالم، اور دہقان محافظ و نگراں ہو۔ تا زمین کی مستعدی بیکار نہ جائے، اور اس سے جیسی - کل کے لئے طلب کی جاتی ہے، ویسی ہی بہتر غذا آج اُسے دی بھی جائے۔

وسخر لکم الیل والنہار، والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون وما ذرألکم فی الارض مختلفا الوانہ، ان فی ذالک لآیات لقوم یذکرون۔ (۱۶-۱۴)

"اور اللہ نے رات کی رطوبت، اور دن کی حرارت کو اور اسکے سرچشموں یعنی سورج اور چاند کو، نیز تمام ستاروں کے خواص و تاثرات کو اپنے حکم سے تمھارا تابع کر دیا ہے، اور صاحبان عقل کے لئے ان میں حکمت آلہیہ کی بہت سی نشانیاں ہیں! اور پھر وہ زمین کی پیداوار اور زراعت کے نتائج، جو تمھارے لئے پیدا کر رہے ہیں جنکی طرح طرح کی رنگتیں اور صورتیں ہیں۔ سو غور و فکر کرنے والوں کے لئے ان میں بھی صدہا بصیرتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں!!"

حکمت امثال

میں نے اس مضمون کو موسموں کے تغیرات، بارش کے نزول، اسکے علائم و آثار، اور زمین کی خشک سالی اور نشاط و شگفتگی کی تمثیل سے شروع کیا، جو بظاہر نفس موضوع سے کوئی ربط نمایاں نہیں رکھتی، اور ایک غیر مربوط گریز کے ذریعہ تمہید مقصد سے ملا دی گئی ہے۔ پھر لوگوں کو تو انتظار مجوزہ جماعت کے اغراض و مقاصد کا ہے، دنیا کے طبعی تغیرات، اور ان کے آثار و مابعد نتائج کے مضمون کو اس سے کیا تعلق؟ معلوم نہیں پچھلے مضمون کو پڑھتے ہوئے یہ خیال آپ کے ذہن میں پیدا ہوا یا نہیں؟

لیکن خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ اس بارے میں ہمیں ایک بصیرت بخشی ہے: ولہ المثل الاعلیٰ فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔ (۳۰-۲۶)

اور اس آیت کا درس ہمیں بتلاتا ہے کہ مطالب عالیہ و مقاصد آلہیہ کے اظہار کے لئے بہترین ذریعہ اظہار تمثیل ہے۔ یہی سبب ہے کہ تم ہر جگہ اس کتاب عزیز میں امثال و نظائر کا

ایک ذخیرۂ وافر پاتے ہو، اور کہیں ہواؤں کی تصریف، کہیں بادلوں کے انبساط، کہیں زمین کے نشوونما، کہیں لیل ونہار کے اختلاف، کہیں موجودات ومخلوقات کے مختلف اشکال والوان، کہیں کواکب وسیارات کے طلوع وغروب، کہیں انقلابات طبیعیہ کے مناظر جمیلہ، اور کہیں رعد وبرق کے مرایائے مدہشہ ومخوفہ کے اندر وہ اسرار حکمیہ اور معارف الٰہیہ بیان کردیے گئے ہیں، جو فہم انسانی کا منتہائے ادراک ہیں۔ ولقد ضربنا فی ھذا القرآن من کل مثل لعلھم یتذکرون۔ (۲۹-۳۹)

منجملہ امثال قرآنیہ کے ظہور آثار وعلائم بارش کی ایک لطیف وبدیع، اور جامع ومانع تمثیل ہے، جس پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے، اور جس کے اندر انسان کی قلبی وروحی حیات وممات، اقوام وملل کے انقلابات، ملکوں اور حکومتوں کے تسلط وتنزع، اور ہدایت الٰہی اور شقاوت انسانی کے مختلف مدارج ومراقب کی نسبت صدہا اشارات وبیانات پوشیدہ ہیں۔ وما یعقلھا الا العالمون۔

پس غور کیجیے تو آج بھی پیش نظر مطالب کے اظہار کے لیے اس تمثیل سے بڑھ کر اور کوئی جامع اور بیّن ذریعہ نہ تھا۔ بظاہر یہ تمہید آپ کو اصل مقصود سے غیر متعلق نظر آتی ہے۔ لیکن آگے چل کر سیر مطالب میں ہر قدم پر آپ دیکھیں گے، کہ جو کچھ مقصود اصلی تھا، وہ دراصل اسی کے اندر عرض کردیا گیا، اور عرض مقصد کے ہر موقع پر یہی تمثیل ہے، جو اپنے اشارات کی شرح وتفسیر کر رہی ہے۔ وکذالک یضرب اللہ الامثال لعلھم یتذکرون!!

عصر انقلاب وظہور استعداد

فصل کاٹنا آسان اور دل خوش کن ہے، پر بیج کا بونا مشکل اور محنت کا محتاج ہے جس طرح زمین پر سال میں ایک یا دو مرتبہ ہی وہ موسم آتا ہے، جب اسکا ذرہ ذرہ

قوت نشو سے لبریز ،اور اسکا چپہ چپہ استعداد و نمو سے آمادۂ تخم ریزی ہوتا ہے
بعینہ اسی طرح قوموں اور ملکوں کی حیات وممات اور عروج و زوال کے بھی مخصوص معدود اوقات ہیں، جو اپنے وقتوں پر ظہور کرتے ہیں۔ وہ زندگی اور ارتقا کی استعداد وصلاحیت کا ایک دور ہوتا ہے، جو صرف اسلئے آتا ہے تاکہ اس فرصت سے فائدہ اُٹھانے والے فائدہ اُٹھالیں، اور جن کے پاس کاشتکاری کے لئے بیج موجود ہیں، وہ وقت کو مساعد دیکھ کر تخم پاشی کرلیں۔

اُس وقت قوموں کے اندر تغیر و انقلاب کی موجیں لہرانے لگتی ہیں، تنبہ و احتساب کی ہواؤں کا زور ہوتا ہے، مصائب کے اشتداد اور غموم و ہموم کے استیلا سے سوئی ہوئی قوتیں بیدار ہوجاتی ہیں۔ پرانے زخم ہرے ہوجاتے ہیں مندمل زخموں کے ٹانکے کھلجاتے ہیں، اور نئے زخموں کے اندر سے خون کے چشمے اُبل اُبل کر بہنے لگتے ہیں، پس یہ ایک عصر انقلاب اور ایک دور استعداد حیات ہوتا ہے جو ہر طرف چھا جاتا ہے، اور سرزمین روح و قلب کے ذرے ذرے کے اندر حیات ملی کے نشو و نما کی استعداد تام پیدا ہوجاتی ہے۔

پھر اُسوقت زمین کی جستجو نہیں ہوتی، جو سیر حاصل ہو، پانی کی تلاش نہیں ہوتی، جو آسمان سے برسے۔ آفتاب کی ضرورت نہیں ہوتی، جو اپنی تمازت و حرارت سے زندگی بخشے۔ بلکہ صرف ایک ہاتھ کی ضرورت ہوتی ہے، جو موسم کو دیکھے، فرصت کو سمجھے، اور ایک صحیح و سالم بیج اس زمین مستعد کے سپرد کردے، تا وہ گلے اور پھٹے، اور پھر زندگیوں اور کامیابیوں کا درخت تناور اور شجرۂ طیبہ بنکر، قدرت الٰہی و حکمت سرمدی کا ایک معجزۂ محیر العقول ہو۔

هو الذی انزل من السماء ماء "وہی تو قادر مطلق ہے، جس نے آسمان سے پانی برسایا۔
لکم منه شراب و منه شجر فیه اور وہ ایک طرف تو دریاؤں، آبشاروں، اور تالابوں کی

لتنیمون - ینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذالک لایات لقوم یتفکرون (۱۶ – ۱۰)

صورت میں جمع ہو کر تمھارے پینے اور سیراب ہونے میں کام آتا ہے، اور دوسری طرف زمین کی روئیدگی کے نشو و نما کا وسیلہ بنتا ہے۔ اُس سے درخت پرورش پاتے ہیں اور تم اپنے مویشیوں کو ان میں چراتے ہو۔ اُسی پانی سے خدا تمھارے لئے زمین کی زراعت و کاشت کو سرسبز کرتا ہے، اور طرح طرح کے پھل اُن میں پیدا ہوتے ہیں! غور کرو تو ارباب فکر و بصیرت کے لئے اس میں حکمت الٰہیہ کی ایک بہت بڑی نشانی ہے!!

اس فصل کے لئے تخم

"اصلاح" اور "عمل" کی دعوتیں ہی وہ بیج ہیں، جن کی اس موسم نمو اور دورِ استعداد میں سرزمین ارواح و قلوب کو ضرورت ہوتی ہے۔ ایک بیج کے بار آور ہونیکے لئے جن جن شرائط کی ضرورت ہے، وہ سب کی سب قدرتی طور پر بوقت مہیا ہو جاتی ہیں۔ زمین کی درستگی کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ حس و بیداری کی ... سے دلوں میں اضطراب و جوش موجود ہوتا ہے۔ آفتاب کی تمازت و حرارت کی ... نہیں ہوتی، کہ مظالم کا استبداد، خونریزیوں کی کثرت، اور ذلت و رسوائی کی انتہا، سوزش و تپش کی آگ سُلگا دیتی ہے۔ بارانِ رحمتِ الٰہی جو اقلیم نباتاتی کا سلطان و حکمراں ہے، وہ بھی آمادہ کار ہوتا ہے کہ پانی کی جگہ قتیلانِ ظلم و استیلا کا سیلاب خونین زمین کو سینچنے اور بیج کو گلانے کے لئے ہر طرف موج زن ہوتا ہے۔ پس اس وقت صرف ایک صحیح صدائے دعوت، ایک صداقت آگین تحریک عمل، اور ایک موصل الی المقصود سفر کے بیج ہی کی ضرورت ہوتی ہے، جو طیاریوں اور آمادگیوں کے اس نامیہ زار حیات میں سپرد خاک کر دیا جاوے پھر زمین اپنی استعداد کو، حرارت اپنی آمادگی کو، اور پانی اپنی طیاری کو فوراً صرف کار

کردے، اور انھیں بھی، دلوں کے اندر قدرتِ الٰہی اس ذرۂ تخم کو اشجار و اثمار، اور برگ و بار کی ہیئتِ عظیمہ اور منظرِ فخیمہ کی صورت میں، اپنی غیبی نشوونما، اور آئینی ہیبت کی توفیق فیضان سے بلند و استوار فرما دے:-

المر تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ، اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا، ویضرب اللہ الامثال للناس لعلہم یتذکرون - (۱۴-۲۹)

"اللہ تعالیٰ نے نیک دعوت اور پاک تحریکوں کی کیسی اچھی مثال دی ہے؟ یعنی دعوت الٰہی مثل ایک مبارک اور ملکوتی درخت کے ہے، کہ اس کی جڑ زمین کے اندر مضبوط، اور اسکی بلند ٹہنیاں آسمان تک پہنچی ہوئیں!! وہ قوت الٰہیہ کی نشوؤ فرمائی سے ہر وقت کامیابی کا پھل لاتا رہتا ہے - اور یہ درخت کا ذکر در اصل ایک تمثیل ہے جو اللہ بیان کرتا ہے، تاکہ لوگ سوچیں اور غور کریں"

عالم اسلامی اور عصر استعداد

آج دنیا اسی عصر انقلاب، اور عالم اسلامی اسی دورِ استعداد سے گذر رہا ہے- ارتقا بعد از انحطاط، عروج بعد از محاق، اور حیات بعد الممات کا موسم ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے، جیسا کہ آج ہے- طوفانوں کے بعد جب امن ہوا ہے، زلزلوں کے بعد جب سکون ہوا ہے، صرصر و مخالف کے بعد جب نسیم مراد چلی ہے، تاریکی کے بعد جب روشنی چمکی ہے، ظلمت کے بعد جب نور نمایاں ہوا ہے، رات کے بعد جب دن نکلا ہے، ظلم کے بعد جب انصاف کا علم لہرایا ہے- خون کے بعد جب سرچشمۂ حیات بہا ہے، اور طغیان و فساد کے بعد جب صداقت و عدل کی فوجیں نمودار ہوئی ہیں، یعنی ڈوبنے کے بعد جب کبھی ڈوبنے والے ابھرے ہیں، گرنے کے بعد جب کبھی گرنے والے اٹھے ہیں، اور مرنے کے بعد جب کبھی مرنے والے زندہ ہوئے ہیں، تو بعینہٖ دنیا کے چہرۂ

کہانت پر ایسی ہی علامتیں پڑھی گئی ہیں، جیسی کہ آج ہر چشم حقائق آگاہ پڑھ سکتی ہے اسکی صدائیں ایسے ہی پُر اسرار رہی ہیں، اور اس کی نگاہ کو یا [illegible] کئے ہیں۔ اُس نے جب کبھی کوئی کروٹ لی ہے، تو اس سے پہلے سمندروں میں ایسی ہی لہریں اٹھی ہیں، اور اس نے جب کبھی اپنی جگہ بدلی ہے تو آسمان پر اضطراب و شورش کی ایسی ہی بدلیاں چھائی ہیں۔ آج عالم اسلامی بھی اور کسی شئے کی طلبگار نہیں۔ وہ اُٹھنے اور اُبھرنے کے لئے نہ تو آفتاب کی منتظر ہے، اور نہ پیغام بارش لانے والی ہواؤں کی، اس کی زمین خود بخود درست ہو گئی ہے۔ لاشوں نے کھاد کا کام دیا ہے، اور خون کے سیلاب نے پانی سے مستغنی کر دیا ہے، یعنی ہوائیں جتنی چل رہی ہیں موافق ہیں، موسم اپنے عین عروج اور کمال تاثیر پر ہے، اور بارش کی خبریں ہر طرف سے آ رہی ہیں۔ پس اُگنے اور شاداب ہونے کا کوئی سامان ایسا نہیں، جسے رحمتِ الٰہی نے آج اُمت مرحومہ کی کشت امید کو سرسبز و شاداب کرنے کے لئے مہیا نہ کر دیا ہو اور یہ جو کہہ رہا ہوں تو:-

والشمس وضحاھا، — "آفتاب کی اور اس کی شعاعوں کی قسم، جن کی حرارت زمینوں کو
والقمر اذا تلاھا، — معتدل بناتی ہے، اور چاند کی، جب وہ اس کے بعد
والنھار اذا جلاھا، — نکلتا ہے، اور زمین کی قوت نمو کو متاثر کرتا ہے۔ اور دن کی،
واللیل اذا یغشاھا، — جب وہ آفتاب کو نمایاں کرتا۔ اور رات کی جب وہ آفتاب کو چھپا لیتی
والسماء وما بناھا، — ہے، اور اس طرح زمین کے نشو و نما کو اپنے اپنے وقت
والارض وما طحاھا، — پر آفتاب سے مدد ملتی ہے۔ پس اس کی بھی قسم، اور در اصل
(۹۱-۶) — اسکی، جس نے اس کی تمام موجودات کو بنایا، اور نیز

زمین کی، اور اس حکیم و قدیر کی جس نے زمین کو طرح طرح کے اشجار و اثمار کا ایک دسترخوان نعم بنا کر بچھا دیا ہے"!!

بیج کا آخری وقت اور انتظار

جس طرح بارود کی سرنگ طیار ہو جاتی ہے، اور اسکے پھٹنے اور پھر پہاڑ کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے لیے صرف ایک چنگاری کی کمی باقی رہجاتی ہے۔ اور جس طرح سوکھی لکڑیوں اور خشک برگ و گیاہ کے ڈھیر کے مشتعل ہونے کے لیے صرف دیاسلائی کی ایک تیلی اور اس کی رگڑ کی ضرورت ہوتی ہے، جو آگ کا ایک ذرہ اشتعال پیدا کر کے شعلوں کا ایک تنور گرم کر دے۔ بالکل اسی طرح کارساز قدرت نے زراعت و کاشتکاری کا تمام سامان مہیا کر دیا ہے اور صرف ایک بیج ہی کی ضرورت ہے جو ہوشیار ہاتھوں سے زمین پر گرے، اور اس تمام ساز و سامان کو ظہور کو ضائع جانے سے بچالے۔

اس دہقان کی قسمت پر کسے رونا نہ آئیگا، جسنے برسوں کے بعد اچھا موسم اور عمدہ بارش نصیب ہوئی ہو۔ جسکے لئے زمین طیار اور وقت مساعد ہو۔ ہل پھر چکا ہو، اور صرف تخم ریزی کے دانوں کا زمین انتظار کر رہی ہو۔ لیکن یہ تمام ساز و سامان ضائع جارہا ہو، اور جس نے اسی وقت کے انتظار میں بے چین راتیں اور مضطرب دن کاٹے تھے، وہ یا تو بالکل بیخبر ہو، یا اُٹھے بھی تو بیج ڈالنے کی جگہ پانی کے ڈول بھر بھر کے پھینکنے لگے، یا فصل کاٹ کر جمع کرنے کے لیے ایک گھر بنانا شروع کر دے، حالانکہ جس بیج سے فصل طیار ہوگی، ابتک اسکا ایک دانہ بھی زمین کو نصیب نہیں ہوا ہے!

پھر کہتا ہوں کہ آج عالم اسلامی کی زمین اپنی طلب میں بیقرار ہے، اسکی خاک کے ذرے ذرے سے فغان طلب اور عشق مقصود کی صدائیں اُٹھ رہی ہیں۔ اسکا چپہ چپہ اپنے مطلوب کو پکار رہا ہے، مگر پانی کے لئے نہیں، روشنی کے لئے نہیں، آفتاب کے لئے نہیں، اور گو ان میں سے ہر شے زمین کی روئیدگی [illegible] کیلئے ضروری ہو

مگر ان میں سے کسی کے لئے بھی نہیں۔ صرف بیج کے لئے، ایک عمدہ اور سالم بیج کیلئے اور صرف بیج کے لئے کیونکہ بیج کی بالیدگی کے لئے ان تمام چیزوں کی ضرورت ہے، پر ان کے لئے بیج کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بیج کے لیے یہ سب مفید ہیں، پر بیج کے بغیر انمیں سے کوئی چیز بھی کارآمد نہیں ہو سکتی !!

اِنَّ ھٰذا صِراطی مُستَقِیماً

فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل، فتفرق بکم عن سبیلہ، ذالکم وصاکم بہ لعلکم تتقون (۶-۱۰۵)

میں نے کہا کہ صرف بیج کی ضرورت ہے، اور کسی شے کی نہیں اور ہمیشہ یہی کہتا رہونگا۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ بیج کیا ہے؟

کیا ایک انجمن جسکی بہت سی شاخیں ہوں؟ ایک فنڈ، جس میں بیشمار روپیہ ہو؟ ایک دفتر، جسمیں کسی خاص قول و قرار پر بہت سے دستخط ہوں؟ کوئی شاندار اسکیم جسکی بیشمار دفعات ہوں؟ کوئی عہدہ داروں اور ممبروں کا مجمع، جنکے لئے بہت سے القاب و خطابات ہوں؟ کوئی بڑے بڑے شاندار کاموں اور دنیا بھر کی ضرورتوں کو اپنے میں جمع کر دینے والا ادعا، جسمیں از سرتا پا صدہا وعدے ہوں؟

نہیں، کیونکہ یہ تمام چیزیں تو اس سے منٹوں اور لمحوں میں مہیا ہو جا سکتی ہیں، پھر وہ ان سے پیدا نہیں ہو سکتی۔

تلاش تو بیج کی ہے، جو ہر قوت نمو بخشنے والی چیز سے کام لے، اور پھر ایک درخت بنکر شاخیں، پتے، ٹہنیاں؟ اور پھل پھول سبھی کچھ پیدا کر دے۔ آج بیج کو بارآور کرنے والے اسباب موجود ہیں پر وہی نہیں ہے، جس کے بغیر ان میں سے کوئی بھی کام نہیں دے سکتا۔

تنور گرم ہو جاتا ہے تو بہت سی انگیٹھیاں اس سے گرم کر لی جا سکتی ہیں، پر

انگریزی تہذیب تو کام نہیں دے سکتی!

پھر وہ کونسی شے ہے؟؟

پس میں کہتا ہوں، اور از فرق تا بقدم ایک صدائے ربانی بنکر کہتا ہوں۔ جبکہ یقین کی وہ لازوال طاقت میرے ساتھ ہے، جسکے لئے کبھی فنا نہیں جبکہ وہ بصیرت الٰہی میرے دل کے اندر موجود ہے، جس میں کبھی تذلل و تذبذب نہیں۔ اور جبکہ وہ شہادت ایقانی میرے سامنے ہے، جسکی رویت میں کبھی دھوکا اور فریب نہیں۔ کہ زندگیوں اور کامیابیوں کا وہ تخم مقدس، کوئی انجمن، کوئی اسکیم، کوئی بیشمار خزانہ، کوئی عہد حفاظت، کوئی اقرار خدمت، غرضکہ دنیا کی کوئی آواز اور انسانوں کی کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی، مگر صرف وہ ایک ہی تحریک حق و صداقت، جو مسلمانوں کو ان کی حیات انفرادی و ملی کی ہر شاخ میں "مسلمان" بننے کی دعوت دے، اور اپنی اس آواز کو ان کے تمام صغار و کبار، رجال و اناث، اعالی و اوانی، شہری و دیہاتی، عوام و خواص، غرضکہ ہر فرد ملت کے دل و جگر میں اُتار دے کہ:-

یا ایھا الذین اٰمنوا! ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان، انہ لکم عدو مبین!! (۲-۱۳۶)	اے وہ لوگو کہ ایمان اور اسلام کے مدعی ہو! صرف دعویٰ کافی نہیں، اگر زندگی چاہتے ہو تو اسلام میں پورے پورے آجاؤ، اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، وہ انسانی ہدایت اور ارتقاء و عروج کا ایک بالکل کھلا دشمن ہے!

اور اس طرح اُتار دے کہ خدا کے بندے پھر صرف اُسی کے ہو جائیں۔ اسکے رشتے سے ٹوٹے ہوئے پھر اُسی کے ساتھ جڑ جائیں، اسکے دروازے سے بھاگے ہوئے پھر اسی کی غلامی کی زنجیریں پہن لیں۔ اسکے چاہنے والے پھر ہر طرف سے کٹکر صرف اُسی کو

پیار کرنے لگیں۔ اسکے پکارنے والے پھر اُسی کی جستجو میں نکل جائیں، اس سے غفلت کرنے والے پھر اُس روٹھے ہوئے کو منالیں۔ اور اُس ایک کی غلامی کا حلقہ پہنکر تمام دنیا کو اپنا غلام بنانے والے، پھر اُسی کی چوکھٹ پر جھک جائیں، تاکہ اُس کے آگے جھک کر سب کے آگے سر بلند ہوں، اور اسکے آگے جبین نیاز جھکا کے سب کو اپنے آگے مسجود دیکھیں۔ یعنی ہجر کے بعد پھر وصال کی بزم آرائی ہو۔ محرومی کے بعد پھر کامرانی کے راز و نیاز ہوں، اور نامرادی کے بعد پھر دولت مقصود و مطلوب سے دامن و آستین امید الامال ہو جائے!!

وهو الذی یقبل التوبة عن عباده ویعفوا عن السیئات ویعلم ما تفعلون ویستجیب الذین آمنوا وعملوا الصالحات ویزیدهم من فضله (۴۲-۲۴)

"اور وہی غفور اور رحیم تو تمہارا معبود یکتا کارساز ہے، کہ اسکے بندوں نے خواہ کتنی ہی اُسکی نافرمانیاں کی ہوں، اور خواہ کتنی ہی سخت مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے ہوں، لیکن جب وہ اسکے آگے توبہ کا سر جھکاتے ہیں، اور ہر طرف سے کٹ کر صرف اُسی کے ہو جانا چاہتے ہیں، تو وہ انکی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اُن کی خطاؤں سے درگذر کر دیتا ہے۔ اور تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو اُسے رتی رتی معلوم ہے۔ اور پھر جو لوگ اُسکے احکام پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کر لئے، تو وہ اُن پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے، ان کی دعاؤں کو سُنتا ہے، اور ان کی آرزوؤں کو پورا کرتا ہے، اور اپنے فضل بندہ نواز سے ان کو ان کے حق سے بڑھ کر اسکا بدلہ دیتا ہے!!"

اور پھر صدا سے میرا مقصود کیا ہے؟ صداؤں کی تو کبھی بھی کمی نہیں رہی ہے۔ بے زبانوں نے ہمیشہ قدموں سے زیادہ کام کیا ہے، اور دنیا میں ہمیشہ خاموش رہنے والوں سے چیخنے والوں کی تعداد زیادہ رہی ہے۔ پس صدا سے مقصود وہ آواز نہیں ہے، جو کھوکھلے سینوں، تاریک دلوں، اور بے سوز حلقوں سے اُٹھ کر، دوسروں کے اندر وہ چیز

پیدا کرنا چاہتی ہے، جو خود اسکے اندر نہیں ہے۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم (۲-۴۱) اور وہ انسانی آوازیں بھی مقدس نہیں ہیں، جو گو کتنے ہی اچھے ارادوں اور دل فریب خواہشوں کے اندر ملفوف ہیں، مگر خود ان کے اندر ایک صدائے محض اور آواز تہی سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔

بلکہ میں اُس صدائے رعد آسائے قلب شکن، اور ندائے ضلالت ربا، جہل سوز و غفلت شکن کی طرف اشارہ کر رہا ہوں، جو گو انسانوں کے حلقوں سے نکلتی ہو، مگر در اصل ہدایت ربانی اور توفیق حقانی کی ایک صدائے مقلب القلوب ہو، جس نے لسان عباد کو اپنا ظاہر بنا لیا ہو۔ اور حق و صداقت کا ایک حسن مخفی ہو، جو انسانی خال و خط کے اندر سے اپنے جمال حقیقی کی شعاعیں دکھلا رہا ہو، یعنی وہ صدا، جسکا مبدا زبان کی حرکت کی جگہ دل کا اضطراب ہے۔ جسکے اعلان کے لئے حلق سے اُٹھنے والی آوازیں نہیں، بلکہ دل کے پھڑکنے اور تڑپنے کی آواز مطلوب ہے جسکے سننے کے لئے دنیا کی تمام آوازوں کی طرح کان کی ضرورت نہیں بلکہ دل کی ضرورت ہے۔ جو گویائی کی زبان سے نہیں، بلکہ خاموشی کے لبوں سے بولتی، اور انسان کے پردہ ہائے سماعت سے نہیں، بلکہ ایوان قلب و روح کی دیواروں اور محرابوں سے ٹکراتی ہے!!

لسانی اعیی فی الھوی، وھو ناطق

ودمعی فصیح فی الھوی، وھو اعجم

کیونکہ گو بظاہر وہ آواز انسانی جماعتوں اور فردوں سے اُٹھتی ہے، مگر در اصل اس راز حقیقت کا نغمہ کچھ اور ہی ہوتا ہے اور اس محمل صورت کے اندر ایک دوسری ہی لیلی ہے، جسکے حسن حقیقت کا جمال خلوت گزیں مخفی ہوتا ہے۔

بالفاظ سادہ تر

بہتر ہے کہ میں اپنے مطلب کو زیادہ واضح کر دوں۔ میرا مقصود اُس صدائے

دعوت سے ہے، جو محض آجکل کی مصطلحہ تحریک اور ایک رسمی آواز ہی نہو، بلکہ اسکی داعی ایک ایسی جماعت ہو، جو اپنی زبانوں کی طرح اپنے اعمال کے اندر بھی ایک صدائے دعوت رکھے ہو، جو سر سے لیکر پیر تک اُس دعوت کا ایک مجسم پیکر ہو، جو دُنیا کو اللہ کی طرف بلانے سے پہلے خود اللہ کے لئے ہو چکی ہو۔ اور بیماروں کو نسخہ دینے سے پہلے خود بھی اپنے لئے نسخہ لکھ چکی ہو۔ اسکے اندر حقیقت اسلامیہ کی عملی روح ہو۔ اسکا دل جمال الٰہی کا مسکن، اور اسکا چہرہ حسن حقیقت کا حجاب ہو۔ وہ دنیا کی تمام طاقتوں اور ماسوا اللہ قوتوں سے باغی ہو کر صرف خدائے اسلام کی فرمانبردار اور تابع احکام ہو، اور ایک کے استغراق و استہلاک میں اس طرح فنا ہو گئی ہو کہ پھر دنیا کی صدہا قوائے شیطانیہ کے لئے اسکے پاس کوئی متاع باقی نہ رہی ہو، اور ہر آن و ہر لحظہ اُسکے اعمال کی زبان حال "من رانی فقد رأ الحق" کی صدائے توحید سے غلغلہ انداز اقلیم روح و معنی ہو۔ وللہ در من قال۔

انا من اھوی، ومن اھوی انا　　نحن روحان حللنا بدنا

فاذا ابصرتنی، ابصرتہ　　واذا ابصرتہ، ابصرتنا

جبکہ یہ اشارہ ایک ایسی جماعت کی طرف ہے، تو پھر کیوں متعجب ہوتے ہو اگر میں نے اسکی صدا کو صدائے حق، اور اسکے جمال کو جمال الٰہی کہا؟ حالانکہ جو نفوس قدسیہ نفس و شیطان کے تسلّط کی زنجیریں توڑ کر "حقیقت اسلامیہ" کی محبت و خود فروشی کے مقام کو اپنے اوپر طاری کر لیتے ہیں یعنی اپنی تمام قوتوں [illegible] ماسوا اللہ [illegible] سے بالکل پاک ہو جاتے ہیں، اور ہر طرف سے کٹ کر [illegible] صرف اُسی قبلۂ ارواح و کعبۂ قلوب کے آگے منہ کر لیتے ہیں، پھر وہ "مسلم" ہیں، اور "اسلام" کے معنی گردن کے رکھدینے، حوالہ کر دینے، اور جھکا دینے کے ہیں۔ جمال الٰہی ان کی تمام قوتوں کا احاطہ کر لیتا ہے، اور ان کی ہر چیز کو اپنے

حسن کی تجلیات کا آئینہ بنا دیتا ہے۔ وہ بولتے ہیں تو اللہ کی آواز نکلتی ہے، چلتے ہیں تو اللہ کے پاؤں سے چلتے ہیں، اور دیکھتے ہیں تو اللہ کی بصیرت سے دیکھتے ہیں

گفتن او گفتن اللہ بود ۔۔۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

صحیح بخاری کی مشہور "حدیث ولی" تم کو یاد ہوگی:-

فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ، وبصرہ الذی یبصر بہ، ویدہ التی یبطش بھا، ولسانہ الذی یتکلم بہ، ولئن سألنی لاعطینہ، ولئن استعاذنی لاعیذنہ (بخاری - کتاب التواضع)

"جب میں اپنے کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اسکا کان ہو جاتا ہوں، وہ میرے کان سے سنتا ہے۔ میں اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں، میری آنکھ سے دیکھتا ہے۔ میں اسکا پاؤں ہو جاتا ہوں، میرے پاؤں سے چلتا ہے، میں اس کی زبان بن جاتا ہوں، میری زبان سے بولتا ہے، پھر وہ جو کچھ مانگتا ہے اُسے عطا کرتا ہوں، اور جب میری طرف آتا ہے، اُسے پناہ دیتا ہوں!"

(وراء ذالک فلا اقول، لانی ۔۔۔ سر لسان النطق عنہ اخرس)

ولو ان اھل القریٰ امنوا واتقوا، لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض، ولکن کذبوا فاخذناھم بما کانوا یکسبون۔ افامن اھل القریٰ ان یاتیھم باسنا بیاتا وھم نائمون؟ اوامن اھل القریٰ ان یاتیھم باسنا ضحی وھم یلعبون؟ افامنوا مکراللہ؟ فلا یامن

"اگر ان بستیوں کے لوگ اللہ اور اسکے احکام پر ایمان لاتے، اور راہِ اتقا و خشیت اختیار کرتے، تو ہم آسمان اور زمین، دونوں کی برکتوں اور نعمتوں کا دروازہ اُن پر کھول دیتے، لیکن افسوس کہ انھوں نے سرکشی اور تمرد سے ہمارے احکام کی پروا نہ کی، اور ان کو جھٹلایا، پس اعمال بد کی پاداش میں ہم نے انھیں مبتلائے عذاب کر دیا!!

پھر کیا یہ لوگ اس سے نہیں ڈرتے کہ اُن پر ہمارا عذاب اتوں رات آ نازل ہو اور وہ خواب غفلت میں سرشار ہوں؟ یا یا وہ اس سے بالکل مطمئن ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب دن دھاڑے

[illegible] تخشع قلوبہم لذکر اللہ [illegible] نازل ہوا اور وہ لہو و لعب میں مشغول ہو کر [illegible] پکڑ سے بالکل مطمئن ہوگئے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو جان لیں کہ [illegible] تو صرف وہی نڈر ہو سکتے ہیں، جو آخر کار برباد ہونے والے ہیں!"

قصۂ عشق کہ ماند ایں ہمہ ناگفتہ بسے — با تو گوئیم بشرطیکہ نگوئی بہ کسے
کس بمنزل گہ مقصود نرفت ابلہ پا — بوالفضولے دو سہ دیدیم بہ رہ بوالہوسے
ہمت ست ایں کہ دہد کام دل اما چہ کنی — کہ بایں طاق بلندت نبود دست رسے
حیرتم سوخت کہ ہمراز بگوشم آمد — صوت زنجیر در کعبہ بہ بانگ جرسے
اگر اینست گل تازہ کہ من ارم نیست — بلبلاں را ز پر و بال گراں تر قفسے
آستان حرم عشق مقام ادب ست — دست بکشائے دریں پردہ بہر ملتمسے

(فیضی) از زندگی مردہ دلاں می خواہی
بایدت گرم تر از صبح قیامت نفسے

والذاریات ذروا ، فالحاملات وقرا ، فالجاریات یسرا ، فالمقسمات امرا ، (۵۱ - ۴) قسم ہے اُن ہواؤں کی، جو بادلوں کو اُڑائے اُڑائے لئے پھرتی ہیں، پھر مینہ کا بوجھ اُٹھاتی، پھر آہستہ آہستہ چلتی، اور پھر بارانِ رحمت الٰہی کو [illegible] تقسیم کرتی ہیں، کہ زمین کی استعداد، موسم کی موافقت، ہواؤں کا پھیرنا، بادلوں کا پہنچنا آج دیکھنے والوں سے اشارہ کرتا، اور سننے والوں سے کچھ کہہ رہا ہے۔

اسکا اشارہ صاف، اور اسکی آواز غیر مشتبہ ہے۔ اسکی صورت امید پرور، اور اسکے چشم و ابرو کی گردش ہمت افزا ہے۔ وہ درختوں کے جھنڈ، کھیتوں کی لہلہاہٹ، پھولوں کی شادابی، باغوں کی شگفتگی، پتوں سے چھپی ہوئی ٹہنیاں، اور میووں سے جھکی ہوئی شاخیں، غرضکہ ہر چیز جسکی دنیا میں تلاش کی جاتی ہے، [illegible] سکتا ہے [illegible] ایک چیز آج تم سے بھی مانگتا ہے۔ وہ [illegible]

"تلاش کرو، تا زمین سیراب کی جائے، اور فصل کاٹ کر جمع کرنے کے لئے گھر بناؤ، تا وقت پر تیاری ہو۔ کیونکہ پانی کی ضرورت تخم ریزی سے پہلے نہیں بلکہ اسکے بعد ہوتی ہے اور کل کے دن فصل وہی کاٹینگے، جنھوں نے آج کے دن بو دیا ہے۔ ان دونوں میں سے وہ کسی کے لئے غمگین نہیں ہے۔ اس کی پکار صرف بیج کے لئے ہے، اور اسکا اشارہ صرف اُسی کی طرف ہے، جسکے ہاتھ میں ڈول کی رسی نہیں، بلکہ جسکی جھولی میں بیج کے دانے ہوں۔ پس آغاز کی برکت، اور اتمام کی کامیابی ہوانکے لئے، جو اُسکے اشارے کو سمجھیں، اور اس کی آواز پر کان دھریں۔ وکذالک انزلناہ آیات بینات، و ان اللہ یہدی من یرید۔

انجمن خدام کعبہ

پھر کیا وہ بیج، کوئی آجکل کی مصطلحہ انجمن، کوئی لمبی چوڑی اسکیم، کوئی اقرار ناموں کا رجسٹر، اور کوئی بہت بڑا وسیع فنڈ ہے؟

کہہ چکا ہوں کہ نہیں، کیونکہ میں پھولوں کی شاداب رنگت پر عاشق نہیں ہوں بلکہ اُس خشک بیج کا متلاشی، جسکا ایک دانہ، ایک پورے باغ کے لئے کافی ہے۔

تاہم میرے لئے یہ باقی رہ گیا ہے کہ اپنے اغراض کا نظام پیش کرنے سے پہلے، احباب کرام کو انتظار کی ایک آزمائش میں اور ڈالوں، اور "انجمن خدام کعبہ" کے تذکرے میں سے ایک نمبر میں اپنی معروضات پیش کر دوں، کیونکہ آج اُس زبان سے بڑھکر اور کوئی ہستی خائن اور گنہگار نہیں ہو سکتی، جو جانتی ہو لیکن بولتی نہو۔

اس مضمون سے پہلے میں جو کچھ عرض کر چکا ہوں، ضرور ہے کہ وہ آپ کے پیش نظر رہے۔

کعبے کی خصوصیت

حاجی بہ کعبہ رواں کیں رہ دین ست
خوش میروو امارہ مقصود نہ این ست

انجمن کا مقصد تاسیس صرف دو چیزیں ہیں:-

(۱) خانہ کعبہ کی حفاظت اور خدمت کے لئے تمام مسلمانوں سے ایک غیر شرعی اقرار لیا جائے۔

(۲) ہر شخص بقدر استطاعت اس کام کے لئے روپیہ دے تاکہ ایک عظیم الشان خزینہ اس غرض سے فراہم ہو سکے۔ مثلاً ایک روپیہ سال۔

روپیہ کی نسبت مضمون کے پہلے حصّہ میں عرض کر چکا ہوں کہ گویا وقت کی ضروریات میں سے ایک نہایت اہم اور اقدم ضرورت ہے، لیکن اصل مرض کا علاج نہیں۔ ہمارے مصائب صرف اسکا نتیجہ نہیں ہیں کہ ہمارے اعمال ملی کی جیب خالی ہے، بلکہ یہ سب کچھ اسلئے ہے کہ ہمارے دل اندر سے کھوکھلے اور خالی ہو رہے ہیں۔ وہ اگر بھر جائیں تو پھر خزانوں کا بھر جانا کچھ بھی دشوار نہیں!

درازی شب و بیداری من ایں ہمہ نیست
زبخت من خبر آرید تا کجا خفتہ است؟

اس سے قطع نظر ایک اصولی اور بنیادی امر اہم یہ ہے کہ محض "خدمت و حفاظت کعبہ" کی تخصیص سے بھی میں ابداً متفق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نہایت مضطرب اور غمگین ہونگا، اگر دیکھونگا کہ لوگ اسپر قانع اور اس سے متفق ہیں۔ یہ سچ ہے کہ آج بڑی ضرورت مسلمانوں میں تنظیمات عمل (آرگنائزیشن) کی ہے، اور دنیا کا مسلمان کعبہ کی حفاظت ہی کے لئے اسلامی ممالک کے بقا کے بھی خواہشمند ہیں۔

مگر نہایت ضروری ہے کہ اسی وقت اسکی تشریح بھی کردی جائے کہ حفاظت کعبہ سے مقصود کیا ہے؟ اس وقت بنیاد رکھی جارہی ہے، اور لوگوں کے دلوں اور دماغوں کو آپ طیار کر رہے ہیں۔ پھر ایسا تو نہ کیجئے کہ لوگوں کی تمام قوتیں اور طیاریاں صرف اسی دائرے میں محدود ہو جائیں، اور حدود حرمین کی خدمت گذاری کے نام پر ایک رقم ادا کرکے سبکدوش ہو جائیں۔

اگر آپ ایسا کر رہے ہیں، تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ کو ایک بارش دی گئی تھی تاکہ اس سے دریا چڑھ آئیں، نہریں بہنے لگیں، تالاب بھر جائیں، اور کھیتیاں لہلہا اُٹھیں، لیکن آپ نے اُس سے صرف اتنا ہی کام لیا کہ اپنے صحن خانہ میں چند مٹکے اور طشت رکھدیے۔ یا کپڑے اُتار کر غسل کی طیاری کرنے لگے!!

میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں، اسکو سرسری نظر کے حوالے نہ کیجئے۔ ممکن ہے کہ ان تمثیلوں ہی میں کوئی حقیقت بھی ہو۔

مدار صحبت ما بر حدیث زیر لبی ست ۔ کہ اہل شوق عوام اند و گفتگو عربیست

بہت سے معانی مخفیہ ہیں، جنکے جمال حقیقت کے لئے پردۂ الفاظ و امثال ناگزیر ہے

ہرچند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو ۔ بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

پھر یہ امر اُن چیزوں میں سے بھی نہیں ہے، جنکے لئے آپ کہیں کہ اعلان و غلغلے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس سے اسلام کی دعوت و مقصد، اور امت مرحومہ کے اُس نصب العین کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے، جو روز اوّل سے صرف اعلان ہی کیلئے قرار دیا گیا ہے، اور اسکا اثر اُس اصل اصول اسلامی اور اساس حیات ملی پر پڑتا ہے جسکی زندگی سے مسلمانوں کی زندگی اور جسکی موت سے ان کی موت وابستہ ہے۔ پس ضرور ہے کہ اسکا اعلان ہو، اور اس زور سے ہو کہ دشت و جبل اور بحر و بر اسکی صدا سے گونج اٹھیں، اور عالم اسلامی کے بچے بچے کی زبان پر اسکا ترانہ جاری ہو جائے

ولو کرہ الکافرون الظالمون!

مسلمانوں کا قومی نصب العین

خدمت کعبہ نہیں بلکہ خدمت عالم ہے!!

خیال کن تو کجائی و ما کجا واعظ؟

یہ سچ ہے کہ ہم نے جب کبھی دولت علیہ عثمانیہ سے اپنے تعلقات گنائے ہیں، تو اس امر کو بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ خادم حرمین الشریفین ہے، اور چونکہ وہ محافظ امکنۂ مقدسہ ہے، اسلیئے اس کا وجود اور زیادہ ہماری نظروں میں محبوب ہے۔

میں نے کہا کہ منجملہ اسباب تعلقات مسلمانان ہند اور دولت علیہ کے ایک امر یہ بھی تھا، اور اسکی تخصیص اسلیئے کی کہ میں اس تعلق کو اس سے زیادہ وقعت نہیں دیتا کہ وہ بھی اصلی سبب کے بعد ایک سبب ہے، اور بس۔ کیونکہ میرے عقیدے میں دولت عثمانیہ کی اعانت کا سبب اصلی صرف یہ تھا کہ آج وہ مسلمانوں کی دنیا میں آخری وسیع حکومت ہے، اور مسلمان جو دنیا میں حکومت کے لیئے آئے ہیں، انکا فرض یہی ہے کہ وہ حکومت اسلامی کی مدد کریں، اور ہمیشہ اپنا ایک سیاسی مرکز قائم رکھیں رہا تعلق خدمت حرمین، تو بیشک یہ بھی اُسکے بعد ایک سبب ضروری تھا، کیونکہ حرمین شریفین اور جمیع مقامات مقدسۂ اسلامیہ کی حفاظت باسباب ظاہری جبھی ہوسکتی ہے، جبکہ ایک قوی حکومت اسلامی باقی ہو۔

لیکن بہت سے لوگ ہم میں ایسے بھی موجود تھے، جن کو ایک طرف تو ان معاملات میں بھی بمجبوری و بمصالح حصہ لینا تھا، دوسری طرف اپنے معبودان باطل و طواغیت سیاست کے آگے بھی سر بسجود ہونا تھا۔ پس انھوں نے اپنا بچاؤ صرف اسی طریقہ میں دیکھا کہ مسلمانان ہند بالجمیع مسلمانان عالم کے تعلق عثمانیہ کا سبب اصلی،

حتی الامکان چھپائیں، اور صرف یہ ظاہر کریں کہ محض خادم حرمین الشریفین اور اسکے محافظ ہونے کی وجہ سے ہم ترکوں کی مدد کر دیا کرتے ہیں، ورنہ خدانخواستہ اسلامی حکومت کے تحفظ کی کوئی خواہش یا کسی سیاسی مرکز کی محبت اب ہم مسلمانوں میں باقی نہیں رہی ہے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا۔

لیکن اس امر پر زور دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے ذہن میں اسلامی حکومت کا تصور محض حفاظت حرمین الشریفین کے مقصد میں محدود ہو گیا، اور ترکوں کے زوال پر چونکہ بار بار کہا گیا کہ اسلامی حکومتوں کی بربادی کے بعد مقامات مقدسہ کی حفاظت حسب اسباب ظاہری خطرے میں ہے، اس سے اور زیادہ اس خیال کو تقویت ہوئی۔ حتیٰ کہ اب لوگ سمجھنے لگے کہ ہمارا اعلیٰ سے اعلیٰ کام صرف یہ ہے کہ کعبے کے نام سے عہدِ خدمت لینا شروع کر دیں، اور پھر اسکا وسیلہ صرف یہ قرار دیا گیا کہ روپیہ جمع ہو جائے!!

لیکن میں اس پکار کے بلند کرنے پر مجبور ہوں کہ:-

خوش میروی، اما رہ مقصود نہ این ست

ہم مسلمان ہیں، اور ہم دنیا میں اسلئے نہیں آئے ہیں کہ کعبۂ معظمہ کی خدمت کریں، بلکہ ہم اسلئے پیدا کیئے گئے ہیں تاکہ تجلی گاہ کعبہ کے ساتھ ہو کر تمام عالم کی خدمت کریں۔ ہم کعبہ کے محافظ نہیں ہیں، بلکہ ہم میں ایک چیز ہے، کہ اگر اس کو پالیں، تو خود ہمارا وجود تمام عالم کے لئے کعبہ بنے۔ دنیا ہمارا طواف کرے، اور مخلوقات الٰہی احرام نیاز باندھکر ہماری طرف دوڑیں۔

ہماری کوششوں کا نصب العین کبھی بھی حفاظتِ کعبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم خواہ کتنا ہی اپنے تئیں بھول گئے ہوں، مگر ہمارا خدائے ذو الجلال ہمیں یہ یاد دلاتے رکھیگا، کہ تم ہو، جو کہ ہمارا نصب العین یہ ہے کہ تمام عالم کی نگہداشت ہے۔ ہم سے کسی

نئے اقرار لینے کی ضرورت نہیں، بلکہ ہم کو ہمارا بھولا ہوا اقرار یاد دلا دینا کافی ہے۔ جبکہ خداوند خدائے قدوس نے داؤد کے ہیکل سے اپنا رشتہ توڑا، اور جبل قبیس کی غاروں کو اپنی محبت کا نشیمن بنایا تو ہم سے کہا کہ :۔

ثم جعلنا کم خلائف فی الارض من بعدھم، لننظر کیف تعملون؟ — اور بنی اسرائیل کے بعد پھر ہم نے تم کو زمین کی وراثت دی، تاکہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں؟ (۱۰-۵)

پس ہم صرف کعبہ کے وارث نہیں ہیں کہ اسکی خدمت کریں، بلکہ ہم تمام عالم کے وارث ہیں، اور ہمیں اسکی خدمت کے لئے بلانا چاہئے۔ ہمارا نصب العین ہمارے خدا نے مقرر کر دیا ہے، اور اب کسی نئے نصب العین کی ضرورت نہیں ہمارے کوششوں اور ہمتوں کا مرکز ہم کو قرآن نے تبلا دیا ہے، اور اب ہمارے لئے اسکے سوا کسی خود ساختہ راہ سعی پر لگانے کی دعوت بیکار ہے۔ ہمارا مقصد زندگی بلند اور اعلیٰ ہے۔ اور اسکا طول و عرض تمام کرۂ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ پھر یہ کیا ہے کہ تم اسے تنگ کر رہے ہو؟ زمین جبکہ ہم پر تنگ ہو رہی ہے، تو نہو کہ ہماری ہمت کی وسعت بھی ان آوازوں سے تنگ ہو جائے۔

مقصد وحید امّت مرحومہ

یہ جو میں کہہ رہا ہوں تو تفکر کا محتاج، اور ہمہ تن دل ہو جانے کا طالب ہے۔ آج جو کچھ ہم پکار رہے ہیں، کل کو یہی ہمارے دل و دماغ پر نقش ہو گا۔ پس مقصدوں اور ارادوں کی عمارت بناتے ہوئے پہلی اینٹ کی غلطی خطرناک اور ناقابل تلافی ہوتی ہے۔ ہم کو صرف قرآن حکیم کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اسی میں اپنے مقاصد حیات و مساعی کے لئے ایک نصب العین تلاش کرنا چاہئے۔

قرآن حکیم نے اس بارے میں جو کچھ کہنا تھا روز اوّل ہی کہدیا :۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ (۳-۱۱۰)	تم دنیا کی تمام امتوں میں سے بہترین امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو!

دوسری جگہ فرمایا:-

وکذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا - (۲-۱۴۳)	اور اسی طرح ہم نے تم کو عدل و اعلیٰ امت بنایا تاکہ انسانوں کے لیئے تم گواہ ہو اور تمہارا رسول تم پر گواہ ہو!

تیسری جگہ فرمایا:-

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر، واولئک ھم المفلحون (۳-۱۰۴)	تم میں سے وہ جماعت ہونی چاہیئے، جو دنیا کو نیکی کے طرف بلائے، بھلائی کا حکم دے، اور برائیوں سے روکے ویسے ہی لوگ دنیا میں فلاح یافتہ ہیں

چوتھی جگہ زیادہ تصریح کی:-

وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج، ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا، لیکون الرسول شھیدا علیکم، وتکونوا شھداء علی الناس، فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ، ھو مولٰکم فنعم المولٰی ونعم النصیر	اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو حق جہاد کرنے کا ہے۔ اس نے تم کو تمام دنیا کی قوموں میں سے برگزیدگی کے لئے چن لیا۔ پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے، اس میں تمہارے لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ یہی ملت تمہارے مورث اعلیٰ ابراہیم کی ہے، اور اس نے تمہارا نام "مسلم" رکھا ہے۔ گذشتہ زمانے میں بھی اور اب بھی تاکہ رسول تمہارے لئے، اور تم تمام عالم کی نجات اور ہدایت کے لئے شاہد ہو۔ پس اللہ کے رشتے کو مضبوط پکڑو، جان اور مال دونوں اسکے

(۲۲-۷۸) لئے لڑاؤ، وہی تمھارا ایک آقا ہے، اور پھر جسکا خدا آقا ہو، اُسکا کیا ہی اچھا مالک ہے، اور کیسا قوی مددگار!!

پانچویں آیت میں صاف صاف تصریح کردی :-

الذین ان مکنا ھم فی الارض، "مسلمانوں کی قوم وہ قوم ہے کہ اگر ہم ان کو حکومت و اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ و بزرگی دیکر دنیا میں قائم کردیں، تو وہ اللہ کی عبادت امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر اور اسکے نام کی تقدیس کو قائم کرینگے، مال و دولت وللہ عاقبۃ الامور (۲۲-۴۳) سے انسانوں کو فائدہ پہنچائینگے، اور دُنیا سے بُرائیوں کو مٹائینگے۔ اور سب کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے"

اور بھی آیات کریمہ ہیں جو اس بارے میں روشنی بخشتی ہیں، لیکن سردست ان ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ان آیات میں سے ایک ایک پر غور کرو، اور دیکھو کہ تمھارا خدائے قدوس تم کو مقصد حیات وسعی کے لحاظ سے بلندی وعظمت کی کیسی تدوسعت بخشتا ہے، اور تم کن نئے مقصدوں کی تلاش میں سرگردان ہو؟

ان آیات سے حسب ذیل امور واضح ہوتے ہیں :-

(۱) مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے "امۃ وسطًا" فرمایا۔ نیز کہا کہ وہ تمام امم عالم میں بہترین امت ہیں۔ "وسطًا" سے مراد ان کا عدل ہوتا ہے۔ یعنی وہ دنیا میں قیام "عدل" کا موجب ہونگے۔

(۲) پہلی آیت میں "کنتم خیر امۃ، اخرجت للناس" کے بعد "تامرون بالمعروف" فرمایا، اور یہ وصف بیان کرکے، پھر اسکی علت کو بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں "زید کریم، یطعم الناس ویکسوھم" یعنی زید کریم الطبع ہے اسلیئے کہ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور کپڑا دیتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا بہترین امت ہونا، اور خیر امت

کے لقب الٰہی سے ملقب ہونا صرف اس علت پر موقوف ہے کہ اللہ کی زمین پر حق کے قیام واعلان، اور برائیوں کے استیصال کے وہ ذمہ دار ہیں۔ اور تمام عالم میں صداقت کو پھیلاتے، اور ہر طرح کی برائیوں کی کثافت سے انسانوں کو پاک کرتے ہیں۔

(۳) پھر انکے اسی وصف حقیقی، اور علۃ شرف واجتبا کی دوسری جگہ یوں تعبیر کی کہ "لتکونوا شھداء علی الناس" یعنی تم بہترین امۃ اسلئے ہو تاکہ تم تمام عالم کی اصلاح وبہتری کی کوشش کرو، اور اس طرح دنیا کی صلاح وفلاح کے لئے گواہ بنو۔ شہادت سے یہاں مراد اسی دنیا میں شہادت ہے نہ کہ قیامت کے دن، جیسا کہ بعض مفسرین کرام نے سمجھا ہے۔ حضرت عیسیٰ کا قول قرآن نے نقل کیا ہے۔ وہ قیامت کے دن اللہ سے کہینگے:۔

وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم،	اور خدایا! میں تو اپنی امت پر اسی وقت تک شاہد تھا
فلما توفیتنی کنت انت الرقیب	جب تک کہ دنیا میں ان کے اندر موجود تھا، پھر جب تونے
علیھم وانت علی کل شیئ شھید (۵-۱۱۶)	مجھے وفات دی، تو تو ہی انکا نگران حال تھا!

یہاں شہادت سے خود دنیا کے قیام وحیات ہی کی شہادت مراد ہے نہ کہ آخرت کی کیونکہ حضرت عیسیٰ دنیا میں اپنی قوم کے اندر رہتے نہ کہ کسی اور جگہ، پس یہاں بھی شہادت کا یہی مطلب ہے۔

(۴) پھر ایک آیت میں اسکو مسلمانوں کا فرض تبلایا: "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر" کہ تم میں سے وہ جماعت ہونی چاہیئے جو دنیا کو صلاح وفلاح کی طرف بلائے اور برائیوں سے روکے۔ یعنی امت مرحومہ کا مقصد زندگی دنیا میں دعوت الی الحق والخیر قرار دیا۔

بعض مفسرین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے نہ کہ فرض حقیقی وعام۔ یعنی ضرور نہیں کہ امر بالمعروف کا

فرض ہر فرد قوم انجام دے۔ کیونکہ "منکم امۃ" فرمایا ہے۔ اور اسکے معنی یہ ہیں کہ تم میں صرف ایک گروہ اس غرض سے ہونا چاہیئے۔

لیکن یہ صحیح نہیں اور ایسا قرار دینا ہی درحقیقت عالم اسلامی کے تمام مفاسد کا سرچشمہ ہے۔ یہاں "من" تبعیض کے لئے نہیں ہے جس سے استدلال کیا جاتا ہے، بلکہ تبیئین کے لئے ہے۔ وہ کسی خاص جماعت کی خصوصیت اسکے لئے نہیں کرتا، بلکہ مسلمانوں کا ایک ایسی جماعت ہونا بتلاتا ہے جو امر بالمعروف کے لئے اپنے تئیں ہر حال میں وقف سمجھتی ہو۔ "امر بالمعروف" کے مضمون میں اسے بالتشریح لکھ چکا ہوں فمن شاء التفصیل فلیرجع الیہ۔

(۵) چوتھی آیہ کریمہ مقصود بحث کے لئے عجیب و غریب ہے۔ اسپر ایک اور مرتبہ نظر ڈال لیجئے۔ اس میں بالترتیب حسب ذیل امور پر زور دیا ہے:۔

(۱) اللہ کی راہ میں قیام عدل و انصاف اور استیصال ظلم و عدوان کیلئے جہاد کرو۔

(۲) اس نے تم کو تمام دنیا میں بزرگی اور بڑائی کے لئے چن لیا ہے۔

(۳) تمھاری شریعت ایسی صاف اور سادہ ہے جسمیں مثل دیگر شرائع کے ترقیات دنیویہ و سیاسیہ، اور مدنیہ و عمرانیہ میں کسی طرح کی رکاوٹ اور حرج نہیں۔

(۴) یہ ملت حضرت ابراہیمؑ کی قائم کی ہوئی ہے، جنھوں نے راہ اسلام میں اپنے نفس کی قربانی کی، اور اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھدی۔ چونکہ یہی جان فروشی اصل حقیقت اسلام ہے، اسلئے اُس نے تمھارا نام "مسلم" رکھا، اور اب بھی اسی نام سے متصف رہو گے۔

(۵) یہ اسلیئے ہوا تاکہ جو ہدایت تم کو رسول سے ملی ہے، وہ تمام دنیا کو پہنچا دو۔

(۶) پس تمھارا کام دنیا میں یہ ہے کہ صلوٰۃ الٰہی کو دنیا میں قائم کرو! اپنے مال کو اللہ کی راہ میں لٹاؤ! اُسکے ہو جاؤ! وہی تمھارا ایک آقا اور شہنشاہ ہے، اور سبکا

وہ آقا ہو، اُس غلام کی قسمت کو کیا کہئے!

طوبیٰ لعبد تکون مولاہ!!

(۶) چھٹی آیت کو تمام مطالب بالا کا خاتمہ سمجھئے کہ صاف صاف لفظوں میں مسلمانوں کا مقصد بتلا دیا ہے۔ یعنی فرمایا کہ مسلمانوں کی قوم ایسی ہوگی کہ اگر اسے زمین پر قائم کر دیا جائے، تو وہ اللہ کے نام کی پکار بلند کرے گی، اسکی بندگی وعبادت کی طرف داعی ہوگی، عدل وصداقت اور معروف وحقانیت کا حکم دے گی، برائیوں سے روکیگی، اور اس طرح دنیا اور دنیا کے رہنے والوں کی اصلاح میں اپنی زندگی تمام، اور حکمرانی وتسلط سے کام لیگی۔

افمن کان مومنا کمن کان فاسقا؟ لا یستوون۔ اما الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلهم جنات المأوی، نزلا بما کانوا یعملون۔ واما الذین فسقوا فماواهم النار، کلما ارادوا ان یخرجوا منها، اعیدوا فیها، وقیل لهم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم به تکذبون۔ ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون (۳۲-۱۹)

"کیا ایک مومن بندے کے اعمال ونتائج ویسے ہی ہو سکتے ہیں، جیسے کہ ایک نافرمان وفاسق کے؟ کیا دونوں برابر ہیں؟ ہرگز نہیں!!

جو لوگ اللہ کے احکام پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کئے، اُن کے لئے مہیا ہوں فتحمندیوں کے شاداب باغ وچمن ہوں گے، جن میں وہ شاد وخرم رہینگے، اور یہ باغہائے فتح ومراد انکے نیک کاموں کا بدلہ ہے، جو وہ انجام دیتے رہتے!

مگر جن لوگوں نے احکام الٰہی کے مقابلے میں سرکشی کی، تو ان کا ٹھکانا تو بس نامرادیوں، ناکامیوں اور اُسر وغلامی کی آگ ہی ہوگی، اور وہ اپنے کاموں اور تلاش نجات میں ایسے گمراہ ہو جائینگے کہ جب کبھی اس آگ سے نکلنا چاہینگے تو پھر اُسی میں لوٹا دئے جائینگے، اور اُنسے کہا جائیگا کہ پاداش عمل

کے جس عذاب کو تم جھٹلاتے تھے، اب اُسکے مزے چکھو!

اور یہ بھی جان لو کہ آنے والے بڑے عذاب سے پہلے، ہم ان منکرین کو ایک چھوٹے عذاب کا مزہ بھی چکھائینگے، تاکہ شاید غفلت و سرکشی سے باز آجائیں اور ہماری جانب رجوع ہوں

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم　　فلک را سقف بشگافیم و طرح نو دراندازیم
اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد　　من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم
چو در دست است رودے خوش بزن مطرب سرودے خوش　　کہ دست افشاں غزل خوانیم و پاکوباں سر اندازیم
یکے از عقل می لافد، دگر طامات می بافد　　بیا کیں داوریہا را بہ پیش داور اندازیم
بہشت عدن اگر خواہی بیا با ما بہ میخانہ　　کہ از پائے خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم

بقیہ بحث گذشتہ

مقصد وحید امت مرحومہ

یہ آیات بینۂ خمسہ، اور تصریحات قاطعۂ ساطعہ تھیں، اور یہ ان کے متعلق سرسری اشارات جن سے ہم اپنے مقصد حیات اور مرکز جد وجہاد کو معلوم کر سکتے ہیں۔ ان آیتوں میں کہیں بھی ہمکو یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ تم فلاں مقام کی حفاظت کرو اور فلاں سرزمین کی خدمت کو اپنا مقصد سعی بناؤ، بلکہ ہم کو بتایا گیا ہے کہ تمام دنیا تمھارا گلہ ہے، اور تم اُسکے چرواہے ہو! یہ تمام انسانی آبادیاں تم کو دی گئی ہیں، تاکہ اللہ کی طرف سے تم اُنکی حفاظت کرو، اور گرگ ابلیس کے خونخوار حملوں سے انکو بچاؤ، تم کو بہترین امت اور افضل ترین امم بنایا گیا، تاکہ تم ارض الٰہی کے خدمت گذار بنو، اور تم کو دُنیا میں اُس نے اپنی جماعت، اپنی فوج، اور قائم مقام قرار دیا، تاکہ اُس کی ہدایت کا علم صرف تمھارے ہی ہاتھ میں ہو، اور اسکے تمام بندے اسکے سایے کے نیچے آکر پناہ لیں! تمھارا سب سے بڑا شرف یہ نہیں ہے کہ تم ابراہیم خلیل کے معبد کے خادم ہو، بلکہ تمھارے

خدا نے تم کو اس سے بہت ارفع و بلند مقصد دیا ہے، یعنی تم رب جلیل کے اُس معبد کے خادم ہو جسکی چھت آسمان کی فضائے محیط، اور جسکی سطح زمین کا تمام پھیلا ہوا طول و عرض ہے!

پھر غور کرو کہ کس طرح تمام دنیا کی اصلاح و سعادت کا تمہیں ذمہ دار بتایا ہے، اور کہا ہے کہ تم ہی ہو، جو اسکے لئے شاہد ہو سکتے ہو، کیونکہ زمین پر تمہارے سوا اور کوئی نہیں جس کے لئے ہمارا رسول شاہد ہو۔

ہم کو پکارا گیا کہ تمام امتوں میں اوسط و اعدل صرف تم ہی ہو۔ اسلئے نہیں کہ ہم بیت خلیل کے محافظ ہیں، بلکہ اس لئے کہ ارض خدائے جلیل کے محافظ ہیں۔ اس لئے کہ اسکے تمام بندوں کو بھلائی کی دعوت دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ اسلئے کہ اسکی زمین کو ظلم و استبداد، طغیان و عدوان، اور شر و فساد سے پاک کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ ہم اُسکی زمین پر اُسکے خلیفہ ہیں۔ اسلئے کہ ہم تمام دنیا کو اُس کی آنکھ سے دیکھیں اور تمام عالم کی باگ اُسکا ہاتھ بنکر اپنے ہاتھوں میں لیں! پھر ذرا سوچو کہ تمہاری حد نظر کہاں تک ہے، اور میں کیا دیکھ رہا ہوں؟

خیال کن تو کجائی و ما کجا واعظ؟

تم ابھی صدائے الٰہی سن رہے تھے، اور اُس کتاب عزیز و حکیم کے بیانات تمہارے سامنے تھے، جسکو بھول کر ساری دنیا کی تدبیروں کو یاد کیا کرتے ہو۔ اس نے کہیں بھی اسپر زور نہیں دیا کہ تم مکہ معظمہ کی حفاظت و خدمت کا اقرار یا عہد کرو۔ البتہ حکم دیا کہ جاهدوا فی اللہ حق جهاده اُسکی راہ میں اپنی تمام قوتوں سے جہاد کرو۔ اُس نے تم کو فضیلت دی ہے لیکن اُسکے بندوں کو ضلالت و فساد سے نکال کر فضیلت و عظمت بخشو!!

اُسوۂ ابراہیمی

جس ابراہیم خلیل (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی مقدس قربانگاہ کی حفاظت

کا نام لیتے ہو، کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ اسکے بنائے ہوئے معبد کو دیکھنے سے پہلے خود اُس پر بھی ایک نظر ڈال لو۔ اُس نے خانہ کعبہ کی بنیاد ضرور رکھی، لیکن ساتھ ہی اپنے نفس اور اور اپنے فرزند کے گلے پر چھری بھی رکھدی!

فلما اسلما وتله للجبین	"اور جب حضرت ابراہیم اور اسماعیل، دونوں پر حقیقت
وناديناه ان یا ابراهیم	اسلامیہ طاری ہوئی اور دونوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں،
قد صدقت الرؤیا انا	اور حضرت ابراہیم نے اسماعیل کو ماتھے کے بل زمین پر ٹپک
کذالک نجزی المحسنین	مارا، تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم! بس کرو، تم نے اپنا خواب
(۳۷-۱۰۶)	سچ کر دکھایا۔ ہم حقیقت اسلامیہ کے ایسے ہی مدارج صاحبان

"احسان" وایمان کو عطا فرماتے ہیں۔"

استقبال وجوہ وقلوب!

دیکھو! خدا نے تمھارے آگے دو چیزیں پیش کی ہیں۔ اُس نے کہا کہ میری عبادت کے لئے کھڑے ہو تو اپنا منہ خلیل اللہ کے بنائے ہوئے معبد کی طرف کرو!

ومن حیث خرجت فول وجهك	اور اے پیغمبر! تم خواہ کہیں سے بھی نکلو لیکن اپنا منہ
شطر المسجد الحرام، وحیث	مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو! اور اسی طرح اے مسلمانو!
ما کنتم فولوا وجوهکم شطره،	تم بھی جہاں کہیں ہو نماز میں اسی کی طرف اپنا
(۲-۱۴۵)	منہ کرو۔

مگر قبل اسکے کہ تم اُس گھر کی طرف اپنے چہروں کو متوجہ کرو، وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اُس گھر کے بنانے والے کی طرف اپنے دلوں کا رُخ پھیر دو، یعنی اُسکی الٰہی قربانی کی پیروی کرو!

قد کانت لکم اسوة حسنة فی { حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے اعمال کے

ابراھیم والذین معه، اندر تمھارے لئے ایک نہایت بہتر اور اعلیٰ نمونۂ حیات موجود ہے تاکہ تم اس کی پیروی کرو۔ (۶۰-۴)

نماز اسلام کی ایک عبادت ہے، اور اسکے لئے ضرور ہے کہ تمھارا منہ کعبے کی طرف ہو، مگر "اسوۂ ابراہیمی" اسلام کی حقیقت ہے، اور اسکے لئے صرف کعبے کی طرف منہ کر دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بانی کعبہ کی طرف دل کو پھیر دینا شرط ہے۔ وہ نماز کا ایک رکن ہے کہ عبادت ہے۔ اور یہ اسلام کی شرط ہے کہ اصل حقیقت ہے۔

گذشتہ صحبت کی پانچویں آیت پر غور کرو کہ جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور قیام صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ سے پہلے فرمایا:-

ملة ابیکم ابراھیم، ھو سماکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیداً علیکم وتکونوا شھداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ۔ الخ

یہ دین اسلام تمھارے مورث اعلیٰ ابراہیم خلیل کا ہے۔ اُس نے تمھارا نام "مسلم" رکھا۔ پہلے بھی اور اب بھی۔ اور یہ سب کچھ اسلئے ہے تاکہ ہمارا رسول تمھارے لئے، اور تم تمام انسانوں کے لئے شاہد ہو پس جبکہ تمھارا درجہ ایسا قرار دیا گیا ہے تو تمھارا فرض ہے کہ صلوٰۃ الٰہی کو دنیا میں قائم کرو۔ (الخ)

حضرت ابراہیمؑ کی نسبت کو یہاں اسلئے یاد دلایا گیا کہ ان کی زندگی اسلام کی حقیقت کا نمونہ تھی۔ انھوں نے اپنی قربانی کا اسوہ دکھا کر اسلام کی حقیقت کو ظاہر کر دیا تھا، اور یہی وہ انسانی قربانی ہے، جسکو خدا اپنی صداقت کے حیات کیلئے ہم سے چاہتا ہے۔

بار بار کہہ چکا ہوں کہ جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور قیام صلوٰۃ، و اعلان حق، اسی قربانی سے عبارت ہیں۔ اور جبتک ایک قوم اس قربانی کے لئے طیار نہو، وہ سعادت عالم و حیات کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔

پہلے کہا :- راہِ الٰہی میں جہاد کرو! پھر کہا کہ اپنی نسبت ابراہیمی کو نہ بھولو کہ اسکا اُسوۂ حسنہ اسلام کی اصل حقیقت اور تمھارے لئے قبلۂ وجوہ ہے۔ اسکے بعد تصریح کی کہ تم مسلم ہو، اور پھر اسکی علت بیان کی، تاکہ تم تمام عالم کے لئے شاہد عدل وسعادت ہو۔ جب یہ مراتب بیان ہو چکے تو پھر ہمارے فرائض کی تشریح کر دی کہ اللہ کی صلوٰۃ کو دنیا میں قائم کرنا، حق کی دعوت اور منکر کا انسداد، وللہ عاقبۃ الامور

عود الی المقصود

کیا نہیں دیکھتے کہ وہ مشہور (آیۃ استخلاف) جسکا ایک وعدۂ الٰہی کی صورت میں اعلان ہوا، اور پھر نصف صدی کے اندر ہی اندر نصرۃ الٰہیہ نے اسکی تکمیل بھی کر دی، اس بحث کے لیئے ایک آخری فیصلہ کن بصیرت بخشتی ہے؟ فرمایا کہ:-

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات، لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم، ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم، ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا، یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا، ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔ (۲۴-۵۵)

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیئے، کہ ان کو زمین پر خلافت عطا فرمائیگا، اسی طرح، جیسے اُن سے پہلے بنی اسرائیل وغیرہ گذشتہ اُمتوں کو عطا فرمائی تھی، اور جو دین ان کے لیئے اُس نے پسند کیا ہے۔ یعنی اسلام، اسکو دنیا میں قائم کرکے رہیگا، نیز خوف اور خطرے کی اس زندگی کے بعد اُنپر طمانینت اور راحت کا ایک ایسا دور طاری کر دیگا کہ وہ باطمینان اللہ کی پرستش کرینگے، کسی کو اُسکا شریک نہ گردانینگے۔ پھر جو شخص ان تمام احسانات الٰہی کے بعد بھی اللہ کے آگے نہ جھکے تو بس ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اس آیت نے مسلمانوں کے مقصدِ حیات کو انتہائی وضاحت کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے۔ یہی ارض الٰہی کی خلافت ہے جسکی نسبت حضرت داؤد کی زبانی کہا گیا تھا کہ

ولقد کتبنا فی "الزبور" من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ ان فی ھذا البلاغ لقوم عابدین۔ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔ (۲۱-۱۰۷)	اور ہم کتاب زبور میں اپنے ذکر کے بعد اپنے اس قانون کو لکھ چکے ہیں کہ ہمارے وہی بندے زمین کی سلطنت و فرماں روائی کے وارث ہوں گے، جو اپنے اعمال میں نیک ہونگے۔ بیشک اس قانون کے تذکرہ میں عابدین الٰہی کے لئے ایک پیغام بشارت ہے، اور پھر یہ ہے کہ ہم نے اے پیغمبر! تمہارے ظہور کو تمام عالم کے لئے رحمت قرار دیا ہے!

غور کیجئے تو کونسی آیت غور کی محتاج نہیں ہے؟ اس آیت میں زبور کا قول نقل کر کے فرمایا کہ "اس میں اُن لوگوں کے لئے ایک پیغام بصیرت ہے جو عبادت الٰہی سے فائز المرام ہیں"، اور پھر اسکے بعد وجود مقدس حضرت خاتم المرسلین یا ان کی بعثت کی نسبت فرمایا کہ "رحمة للعالمین" ہے۔ یعنی یہ ظہور الٰہی تمام عالموں کے لئے بلا تفریق اسود و ابیض و مشرق و مغرب، رحمت الٰہی ہے۔

اس سے مقصود در اصل امت مرحومہ کی تنبیہ تھی۔ "قوم عابدین" سے اسی امت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی کتاب زبور کا یہ فرمان امت مرحومہ کے لئے ایک پیغام عبرت و بصیرت ہے۔ اگر وہ اعمال حسنہ و صالحہ اختیار کرینگے، اور اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں کا صحیح استعمال کرینگے (کہ یہی معنی ہیں عبادت الٰہی کے) تو بموجب اس قانون متذکرۂ زبور کے ضرور ہے کہ زمین کی وراثت کے مستحق ٹھہرینگے۔ اور چونکہ ایسا ہونا ضرور تھا، اس لئے ظہور اسلام کو رحمتِ الٰہی سے تعبیر کر کے ظاہر کر دیا کہ یہ تمام قوموں کو مفاسد و مظالم سے نجات دلانے والا، اور انسانوں کے پانوں کی زنجیر ہائے اُسر و استعباد کو

نکالنے والا ہے۔ یہ ایک ایسی قوم کے نشو و نما کو اپنے ساتھ رکھتا ہے جو امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کریگی، جو اپنی تمام قوتوں کو وقف جہاد فی سبیل اللہ کر دیگی، اور جو
دنیا کی چھنی ہوئی صداقت و عدل پھر اسے واپس دلا دیگی۔ پس جس طرح تمہارا رب کریم
"رب العالمین" ہے، جسکی ربوبیت میں کسی نسل، کسی قوم، اور کسی زبان، اور کسی
زمین کی قید نہیں، اسی طرح یہ پیغام ظہور ہدایت، اور یہ وجود بشیر و نذیر بھی رحمۃ للعالمین
ہے، کہ اسکی رحمت فرمائی میں بھی خدا کی ربوبیت کی طرح زمین کے کسی خاص ٹکڑے، اور
انسانوں کی کسی خاص جماعت کی قید نہوگی، بلکہ اپنی ہدایت کی حامل وہ ایک ایسی
قوم پیدا کر دیگا، جس کے بال ہمت کے لئے تمام کرۂ ارضی فضائے پرواز، اور جس کے
معرکۂ حق و باطل کے لئے تمام دنیا کارزار جنگ ہوگی :۔

بال بکشا و صفیر از شجر طوبیٰ زن حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسی

خدمت کعبہ یا خدمت عالم

پس جس قوم کے شرف و اجتبا، اور جس قوم کے مقاصد کے علو و ارتفاع کا یہ
حال ہو، میں ایک لمحہ کے لئے بھی راضی نہیں ہو سکتا کہ اسکے سامنے اسکے سوا کوئی
اور مقصد حیات پیش کیا جائے، کیونکہ جب خدا نے اسکی زندگی کا ایک ہی مقصد قرار
دیدیا ہے، یقین کرو کہ وہ کبھی کبھی اس سے راضی نہیں ہو سکتا۔

خواہ کیسے ہی دلفریب اور کیسے ہی مصلحت آشنا الفاظ آپکی زبان پر ہوں،
مگر میں کہونگا کہ آپ سب کچھ کیجیے، لیکن خدا را اس اصل الاصول اور اس حقیقۃ
الحقائق سے نہ ہٹئے، جو دعوت اسلامی کی بنیاد و اساس، اور مسلمانوں کی زندگی کے
استقامت حیات کی ایک ہی چٹان ہے۔ آپ کسی مکان کی کھڑکیاں بدلدیں لئے کہ اب
موسم کے بدلنے سے ہوا کا رخ بھی بدل گیا۔ آپ کو اختیار ہے کہ آپ اسکا دروازہ بھی

جنوب سے شمالی جانب منتقل کردیں کہ مصلحت یہی کہتی ہے۔ یہ سب کچھ گوارا ہو سکتا ہے لیکن میں اسیر تو کبھی راضی نہیں ہو سکتا کہ آپ بنیاد کی اینٹوں کا مسئلہ چھیڑ دیں اور تمام قوتوں کو بجائے استحکام بنیاد قدیم کے، ایک تاسیس جدید میں صرف کریں؟ مسلمانوں کی زندگی کی بنیاد خدمت کعبہ نہیں بلکہ خدمت عالم ہے، اور وہ دنیا کی جب ہی خدمت کر سکتے ہیں، جبکہ پہلے خود اپنے نفس و قلب کی خدمت کرلیں، اور یہ ممکن نہیں جب تک کہ موجودہ جس مصائب کی بنا پر انھیں! اسوۂ ابراہیمی و محمدی (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کی پیروی میں فنا ہو جانے، اور مٹ جانے کی دعوت نہ دی جائے۔

مصلحت

ایک عالم منجملہ عوالم عملیات جدیدہ کے "عالم مصلحت" کا بھی ہے۔

میں اسکا منکر نہیں۔ اسکے لئے بھی قرآن کریم نے ہمارے آگے بہت سے اسوہ ہائے جلیلۂ نبویہ پیش کئے ہیں ..... ذکر کا یہ موقع نہیں، لیکن افسوس کہ میں وہ "مصلحت" کے عفریت مہیب کی اُن لاتعد ولاتحصیٰ قوتوں کا قائل نہیں ہوں، جن سے حقیقۃ الٰہیہ شکست کھا جائے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک بہت بڑی چیز، جسکی ہم میں کمی ہے، "تنظیمات عمل (ارگنائزیشن) ہے، اور اسکے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ایک مقصد مشترک سامنے ہو، اور سب میں اسکے نام سے ایک رشتۂ باہمی قائم ہو جائے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مقصد کی جگہ دماغ ہے نہ کہ صفحات مقاصد انجمن۔ تاہم مشکل یہ ہے کہ جو راہ اختیار کی گئی ہے، وہ یا تو اصل مطلوب و مقصود تک پہونچنے والی ہی نہیں ہے، اور یا پہونچنے والی ہے تو اس قدر پیچ و خم کے بعد، کہ اتنا وقت ہمارے پاس نہیں ہے۔

پھر آپ مقراض مصلحت کو شاخوں کی کانٹ چھانٹ میں استعمال فرمائیے۔
جڑ پر ہاتھ کیوں ڈالتے ہیں؟
منجملہ اُن اختلافات طریق عمل کے جو مجھ میں اور ارباب عصر میں ہے، ایک بہت بڑا اختلاف یہ بھی ہے کہ میں اپنے عقیدے میں مصلحت کو ہر شئے پر موثر پاتا ہوں، ۔۔۔ حقیقیہ پر، کہ وہ ایک ایسی شئے ہے، جسکا بہر حال اظہار و اعلان لازمی ہے۔ جو چیز ہمارا مقصد حیات ہے، جس خون کے دوران سے ہمارے جسم ملت کی زندگی ہے، جس تغذیۂ اصلیہ پر ہمارا نشوؤ نما موقوف ہے، اُسکو کیونکر خنجر مصلحت کے سپرد کر دیں؟
اگر کرینگے تو ایک زمانہ آیگا کہ اس مصلحت فرمایانہ اعلانات و اشتہارات کے بعد ہمارا مقصد حیات مشتبہ ہو جائیگا، اور خود ہم اپنے تئیں بھول جائینگے۔
چنانچہ آج جو حالت ہماری نظر آ رہی ہے، یہ بہت زیادہ حد تک اسی مصلحت فرمائی کا نتیجہ ہے۔ مصلحت بینوں نے گو محض مصالح وقت سے مقاصد پر پردے ڈالے، لیکن آج وہ پردے ایسے حائل ہو گئے ہیں کہ خود ہم بھی اپنے تئیں نہیں دیکھ سکتے!!
یہ مصلحت کے بت کی یاد نہیں ہے، بلکہ خدائے حی و قیوم سے غفلت و نسیان ہے۔ یہی وہ مرتبہ منجملہ مراتب ضلالت کے ہے، جسکی طرف قرآن کریم نے جا بجا اشارہ کیا کہ "ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم" اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے ماسوی اللہ کی مرعوبیت میں غرق ہو کر خدا کی قوتوں کو بھلا دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خود اپنے تئیں بھی بھول گئے۔

پھر سورۂ توبہ میں ایک جماعت کا ذکر کیا کہ ان کا وصف یہ ہوگا:۔

یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف ویقبضون — "وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جگہ امر بالمنکر اور نہی عن المعروف کرینگے، نیز خدا کے سچے کاموں میں صرف

ایدیھم ، نسوا اللہ } جان و مال کرنے سے ان کی مٹھیاں بند رہینگی ۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے
فنسیھم ۔ (۹-۶۸) } اللہ کو بھلا دیا ، نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے بھی ان کو فراموش کر دیا ،،

ہماری گذشتہ ۔۔۔ رہنمائی کی یہ کیسی کامل و اکمل تاریخ ہے ؟ پھر میں کیونکر پسند کروں کہ ۔۔۔ جنکے اندر قیمتی ولولۂ عمل اور نتیجہ خیز قوت کار بحمداللہ موجود ہے ، مصلحت فرمائی کے اس درجہ تابع ہوں کہ ہمارے رہنمایان گذشتہ وحال کی طرح ،، نسوا اللہ فانساھم انفسھم ،، کے عالم میں گرفتار ہو جائیں ؟ اعاذنا اللہ سبحانہ وایاھم وھدینا الی صراط مستقیم ۔

دفع شبہ

ممکن ہے ، آپ کہیں کہ مقصود تو یہی ہے ، مگر کعبہ کا نام اس لیے رکھا گیا تاکہ ہر شخص سمجھ سکے ۔ یہ سچ ہے ۔ آپ نے ایک عامی شخص کو تو یہ کہکر سمجھا دیا ، لیکن کیا ایک تعلیم یافتہ شخص ، اور ایک گرفتار غفلت مگر آمادۂ اصلاح ہستی کی آمادگی ضائع بھی نہیں کردی ، اور موجودہ اضطراب استعداد انقلاب کے بعد جس سے نہیں معلوم آپ کیسی کچھ انقلابی تبدیلی اُسکے اندر پیدا کر دیتے ؟ اُسکا منتہائے فکر صرف یہی نہیں قرار دیا کہ صرف ایک اقرار غیر محکم و غیر شرعی ، اور ایک روپیہ دے کر فارغ البال ہو جائے ؟

فتدبروا و تفکروا یا اولی الالباب ! ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون !!

تشخیص کے بعد علاج

آپ موجودہ مصائب کے علاج کے لئے کھڑے ہوئے ہیں ۔ پس سب سے پہلی نظر آپ کو اس پر ڈالنی چاہیئے کہ ان تمام امراض کی علت اصلی کیا ہے ؟ اور اپنی تمام

تو اس کو اسی کے ازالہ کے لئے وقف کر دینا چاہئے۔ مسلمانوں کی عزت ذلت سے بدل ہو گئی جہل و نادانی ان کی علامت ممتاز بن گئی، حکومتیں چھن گئیں، اور شکستوں ناکامیوں۔ اور غلامیوں نے ان کا احاطہ کر لیا۔ یہی امراض ہیں جو آپ کو نظر آرہے ہیں۔ پھر خدارا انصاف کیجئے کہ یہ سب کچھ اسکا نتیجہ ہے کہ ان کے پاس حفاظت حرمین کے لئے کوئی فنڈ نہ تھا، یا انھوں نے کوئی اقرار نہیں کیا تھا، یا حاجیوں کے سفر کا عمدہ انتظام نہ تھا، یا مکہ معظمہ میں پرتکلف قیام کے لئے کوئی ہوٹل نہ تھا؟ میرے مقصد کے سمجھنے میں غلطی نہ کیجئے۔ میں تسلیم کرتا ہوں اور بارہا کہہ چکا ہوں کہ روپیہ کی فراہمی، تعلق عرب کی تقویت، خدمت کعبہ کا ولولہ، مرکز اسلامی کی محبت، اور اسطرح کی تمام چیزیں نہایت ضروری ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان ہی چیزوں کا فقدان ہمارے امراض مذکورۂ صدر کی علت حقیقی ہے؟

اس سطح ارضی پر کوئی نہیں، جو اس سوال کا جواب اثبات میں دے سکے علت اصلی بجز اسکے اور کوئی نہیں کہ **عمل بالاسلام کی روح** ہم میں سے مفقود ہو گئی امر بالمعروف کا سبق بھلا دیا، جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت کو فراموش کر دیا اور ہماری جیب نہیں بلکہ دل خالی ہو گئے۔ پھر جب آپ ایک انجمن قائم کرتے ہیں جسکے مقاصد و اعمال کی فہرست بیسیوں دفعات پر مشتمل ہے، لیکن نہ تو کہیں اس میں احیاء دعوت اسلامی کی دفعہ ہے، نہ کہیں اسلام کے احکام و اوامر پر عمل کرنے کی قید ہے، نہ کوئی صورت عمل اور طریق کار ایسا پیش نظر ہے، جسکا مقصد مسلمانوں کو مسلمان بنانا ہو، اور ان کی مجاہدانہ روح عمل کو واپس لانا ہو، تو پھر فرمائیے! آپکا مقصد تو ضروری، اور اور آپ کے کام یقیناً اچھے اور مستحق اعانت و شرکت جمیع مسلمین، لیکن ہمارے اصلی مرض کے لئے آپ نے کیا کیا، اور اسکے لئے کہاں جائیں؟

یاد رکھو کہ آج تمھاری قوم کو ایک اعلیٰ ترین فرصت دی گئی ہے۔ ایسی فرصت جسکی

نظیر تاریخ اقوام وملل میں زیادہ نہیں مل سکتی۔ تم اللہ کی طرف سے اسکے ذمہ دار ہو کہ اُسے ضائع نہ کرو، اور اُس سے کام لو۔ تم جو کہتے ہو کہ حفاظت کعبہ کے لئے روپیہ دو! تو میرے عزیز دوستو! کیا بہتر نہ تھا کہ تم کہتے کہ حفاظت عالم کے لئے اپنے دلوں کو اسلام کے حوالے کر دو؟ خدمت کعبہ، حفظ اسلام، جمع مال، اور اور تمام چیزیں صرف ایک دل کے ملجانے سے مل جا سکتی ہیں۔ بس مانگنے والوں کو صرف ایک دل ہی مانگنا چاہیئے۔

تمہارے پاس آج ایک ایسی مشتعل چنگاری موجود ہے کہ قرینے سے ہوا دو تو اس سے ہزاروں آتشکدے روشن کر سکتے ہو۔ تم آج مسلمانوں کے اعمال میں تبدیلی کر سکتے ہو، ان کے برگشتہ سروں کو خدا کے آگے جھکا سکتے ہو، ان کا گم گشتہ اخلاق، ان کا کھویا ہوا علم، اور ان کی مفقود روح حیات اسلامی کو پھر واپس لا سکتے ہو۔ پس میں یہ نہیں کہتا کہ جو کرنا چاہتے ہو نہ کرو، مگر کہتا ہوں کہ اسی میں تمام قوتیں صرف نہ کر ڈالو اور اصلی راہ فوز و فلاح کو بھی تلاش کرو۔

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، ممکن ہے کہ ابھی لوگ نہ سمجھیں، اور بہت ممکن ہے کہ بہت سی جلد باز و بے خبر طبیعتیں غلط فہمیوں اور شبہات و وساوس کی شکار ہوں۔ لیکن الحمد للہ کہ وہ وقت دور نہیں، جب لوگ سمجھینگے، اور جو آواز آج میرے منہ سے نکل رہی ہے، اطراف عالم اسلامی سے اسکی صدائیں اٹھینگی، بشرطیکہ ہمارے لئے گرکر ابھرنا ابھی باقی ہے، اور بشرطیکہ اُٹھانے والے کا ہاتھ بڑھ چکا ہے! واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

تاسیس یا تجدید؟

جس شئے کو میں مسلمانوں کا فراموش کردہ مقصد حیات سمجھتا ہوں، اور جس

بھولی ہوئی بات کو از سرِ نو یاد دلانے کے لئے بے قرار ہوں، مجھے الزام نہ دیجئے اگر میں اُسے بار بار دُہراؤں۔ لیکن میں ایک حد تک دُہرا چکا اور زندگی رہی تو ہزار ہا مرتبہ دُہراؤنگا۔ لیکن اب ختم مقالہ سے پہلے چاہتا ہوں کہ ایک دقیق مگر اصل اصول کی طرف اشارہ کر دوں۔ اس وقت سرسری اشارے پر قناعت کرونگا، مگر آئندہ بصورت مستقل اسکی تفصیل ضروری۔

منجملہ اُن عظیم ترین اختلافات کے، جو مجھ میں اور کارفرمایان عمل میں ہے، ایک اصولی اختلاف یہ ہے کہ وہ آج جب کبھی کسی کام کے لئے اُٹھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ راہ "تاسیس" اختیار کریں، اور میں اللہ کی بخشی ہوئی بصیرت کی بنا پر مسلمانوں کے لئے اُن کے اعمال ملی میں سے کسی شاخ کے لئے بھی "تاسیس" کی ضرورت نہیں سمجھتا، بلکہ صرف "تجدید" کی۔ اور اس بارے میں الحمد للہ اس درجہ متعصب و متقشف ہوں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی رائے میں متزلزل نہیں ہو سکتا۔

"تاسیس" کے معنی ہیں کسی کام کی از سرِ نو بنیاد رکھنی، اور "تجدید" کہتے ہیں کسی پیشتر سے موجود شے کو دوبارہ زندہ کرنے، اور اس کی گم گشتہ رونق و حیات کے واپس لانے کو۔

کسی زمین پر ایک نئی عمارت کی بنیاد رکھئے تو یہ "تاسیس" ہے، لیکن اگر ایک عمدہ عمارت پیشتر سے موجود ہے، اور امتداد زمانہ و غفلت نگرانی کی وجہ سے ویران ہو گئی ہے۔ آپ اسکی شکست و ریخت کر دیں، اور جو اینٹ جس جگہ سے نکل گئی ہے، پھر وہیں جما دیں، تو یہ "تجدید" ہو گی۔

میرا عقیدہ ہے کہ آج حیات ملت و حصول عظمت ملی کے لئے مسلمانوں کو اپنے اعمال کی کسی شاخ میں بھی "تاسیس" کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف "تجدید" کی ضرورت ہے کہ جن اصولوں کو ہم نے بھلا دیا ہے، اُن کو دوبارہ زندہ کریں، اور

جس متاع کو حاصل کر کے گم کر دیا ہے، اُسکے سراغ میں پھر نکلیں۔ ہمارا جیب و دامن آج کی طرح ہمیشہ خالی نہ تھا۔ اگر آج اوروں کے پاس لعل و جواہر ہیں، تو ہمارے پاس بھی اسکی کانیں تھیں۔ آج اگر ہم مفلس ہیں تو دوسروں کے لعل و جواہر کو نظر حسرت وطمع سے دیکھنے کی ضرورت نہیں، ہم کو اپنی گم کردہ کانوں کے سراغ میں نکلنا چاہیئے جن کی دولت لازوال تھی اور ہمیشہ لازوال رہیگی۔

روشنی کے تم بھی متلاشی ہو اور میں بھی۔ اس لحاظ سے ہم دونوں کا مطلوب و مقصود ایک ہی ہے۔ لیکن پھر مجھ میں اور تم میں اختلاف حال کا ایک سمندر حائل ہے تم دوڑتے ہو، تا غیروں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے اپنا چراغ روشن کرو۔ یا لکڑی چنتے ہو، تاکہ اُنھیں جلا کر ایک نئی انگیٹھی مشتعل کرو۔ لیکن میں روتا ہوں کہ بادشاہ کے لڑکے کے لیے کسی سوداگر کی الماری پر للچائی ہوئی نظر ڈالنا مناسب نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ وہ تمھاری شمع کیا ہوئی، جسکی روشنی سے تمھارے گھر کا کونہ کونہ منور تھا؟ دوسروں کے ہاں کیوں جاتے ہو؟ لکڑیاں چن کر نئی آگ کیوں سلگانا چاہتے ہو؟ اُسی شمع کو کیوں روشن نہیں کرتے؟ یہ کیسی بدبختی ہے کہ جن کے پاس کافوری شمعیں موجود ہوں، وہ کسی کے جھونپڑے کے دیا کو نظرت حسرت سے دیکھیں؟

اللہ نور السمٰوات والارض، مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح، المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ، یکاد زیتھا یضیٔ ولو لم تمسسہ

"اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے۔ اسکے نور کی مثال ایسی سمجھو، جیسے ایک طاق ہے، طاق میں ایک چراغ، اور چراغ ایک بلور کی قندیل میں، وہ قندیل اس قدر شفاف ہے، گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک درخشندہ ستارہ پھر اُس چراغ کی روشنی ایک ایسے شجرۂ مبارکہ زیتونی کے تیل سے ہے، جو نہ مغربی ہے اور نہ مشرقی۔ اُسکے تیل میں ایک عجیب خاصیت ہے کہ اپنے مشتعل ہونے میں وہ

نار، نور علی نور، یھدی اللہ لنورہ من یشاء، ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم - (۲۴-۳۶)

آگ کا محتاج نہیں - آگ اُسے نہ بھی چھوئے تاہم وہ آپسے آپ جل اُٹھے گا - اس کے نور کا حال کیا کہا جائے کہ وہ تو نور علی نور ہے - اور اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جسکو چاہے اپنے اس نور کی طرف ہدایت بخشدے - یہ چراغ کا بیان دراصل ایک مثال تھی، اور اللہ لوگوں کے سمجھنے کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے، اور وہ ہر شئے کی حالت سے واقف ہے۔

اسلام ایک آخری دین الٰہی تھا، جسنے نہ صرف احکام شریعت ہی میں، بلکہ حیات قومی کی ہر شاخ میں ہم کو سب سے آخر اور سب سے بہتر اصول دیدئے، اور دنیا خواہ کتنی ہی بدل جا[illegible] لیکن آزمایا جا سکتا ہے کہ اُن اصولوں کی صداقت کو بدلنے کی ضرورت نہیں۔ اُس کا اعلان عام تھا:-

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا - (۵-۵)

آج کے دن تمھارے لئے تمھارے دین الٰہی کو کامل کر دیا، اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں، اور تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کیا کہ وہ انسان کی فلاح کونین کیلئے کامل ترین شریعت الٰہیہ [illegible]

"تکمیل دین" اور "اتمام نعمت" کی اگر تشریح کروں تو دفتر کے دفتر مطلوب، اور اگر اتنی ہی تمہید سے نالاں اور حرف مقصد کے لئے بے قرار، وخلق الانسان من عجل۔ تکمیل دین کے لئے ضروری تھا کہ ہمیشہ کے لئے اسکے پیرو اپنی تمام اصولی ضروریات میں مستغنی اور بے پروا ہو جائیں، اور ان کو کسی نئی تلاش اور نئے اصولوں کی جستجو کی ضرورت باقی نہ رہے۔ پھر "اتمام نعمت" کا لفظ کہکر بتا دیا کہ جو اصول اُنھیں دیے گئے ہیں، وہ جو کچھ آخری ہیں، اس لئے اعلیٰ ترین بھی ہیں، اور اب اُنکے پاس زر و جواہر کی کانیں مہیا ہو گئی ہیں، پس انکو اوروں کے خزف ریزوں پہ للچانے کی ضرورت نہ رہی۔

یہی سبب ہے کہ حضرت داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "خاتم النبیین" فرمایا، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اُمت مرحومہ کی ہدایت کے لئے ائمہ کرام اور مجددین عظام

مامور ہوئے، مگر دروازۂ نبوت کا سدّ باب ہو گیا۔ اُن تمام احادیث صحیحہ کا تفحص کرو جن میں مجددین اسلام کے ظہور کی اطلاع دی گئی ہے، اور اُس حدیث مشہور کو پڑھو، جس میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو "محدث" کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ ان سب سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اُمت مرحومہ کی اصلاح کے لئے "تاسیس" کا اب سد باب ہے، اور صرف "تجدید و احیاء" کا سلسلہ باز رکھا گیا ہے۔ (ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ، من یجدد لھا دینھا)

پس آج بھی ہم کو اپنے ہر عمل میں صرف تجدید احکام شریعت، اور احیاء سنت سلف صالح کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے تمام کاموں میں چاہیئے کہ گذشتہ اصولوں کو زندہ کریں، اور اپنے اعمال حسنہ کے مٹے ہوئے نشانوں کو اُبھاریں۔ ہم کو نئے مقصدوں کی ضرورت نہیں، ہم کو نئی صداؤں کی احتیاج نہیں، ہم کو آگے نہیں بڑھنا ہے، بلکہ پیچھے ہٹنا ہے۔ ہمارے سامنے صاحب خلق عظیم کا اُسوۂ حسنہ موجود ہے۔ ہم اہل بیت نبوۃ مطہرہ اور صحابۂ کرام کے اعمال کو دیکھ سکتے ہیں، ہمارے پاس سلف صالح کے اعمال کی سراغ رسانی کے وسائل موجود ہیں۔ ہمارے پاس قرآن حکیم اپنی حیثیت حقیقت اولیٰ میں موجود ہے، جبکہ اسکی آیتیں بطحا و یثرب کے ریگستانوں میں اسرار الٰہی سے پردے ہٹا چکی ہیں، تہذیب اور دنیا کو انسانیت اعلیٰ کے اصول کا سبق دے چکی ہیں پھر کیا کہ ہم نئے مقصدوں کے متلاشی ہوں؟ اور کیوں نئے اصولوں کی دعوت کی طرف ہمیں بلایا جائے؟ نئے ولولوں اور نئے تماشوں کا بھی ہم نے تجربہ کر لیا۔ اب ہم اُکتا گئے ہیں، اور اور زیادہ تجربے کی ہم میں سکت نہیں۔ ہمیں چھوڑ دو، تاکہ اپنی قدیمی وحشت کی ایک ادنیٰ ادا پر، تمھاری نئی دل فریبیوں کو قربان کر ڈالیں:-

من و بیدل حریف سعی بیجا نیستم زاہد!
تو و قطع منازل‌ہا، من و یک لغزش پائے

تشریح مزید!

مثلاً آج کتنے ہیں جو یورپ کے جماعتی اصول کار کی تقلید میں صرف انجمنوں کے قائم کرنے، کانفرنسوں کی تحریک کرنے، اور ان کے لمبے لمبے اصول و قواعد کے نظام لکھنے میں بڑی بڑی دواتوں کو سیاہی سے خالی کر دیتے ہیں، لیکن کسی ایک شخص کو بھی یاد آتا ہے کہ خود ہمارے پاس جو قدرتی اجتماع کا سامان موجود ہے، سب سے پہلے، اسی کو زندہ کریں؟ ہم اگر مسلمان ہوں تو ہمارے لیے دن بھر میں پانچ مرتبہ مسجد میں جمع ہونا ضروری ہے۔ مسجد ہی ہمارے لئے سب کچھ تھی۔ اسکا صحن ہمارا پارلیمنٹ ہاؤس تھا، اسی کے محرابوں کے نیچے ہماری کانفرنسیں منعقد ہوتی تھیں یورپ کی کانفرنسیں سال میں ایک مرتبہ یا دو بار ہوتی ہیں، مگر ہماری کانفرنس کا اجلاس ہر آٹھویں دن جمعہ کا یوم عید تھا۔ اوروں کو انجمنیں قائم کرنی چاہئیں اور ان کے عہدہ داروں کی تلاش میں اپنے رہنماؤں کی منت کرنی چاہیئے، مگر ہمیں اسکی کیا ضرورت ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ ہماری ہر مسجد انجمن ہے، اور اس کا امام انجمن کا سکریٹری۔ پھر کیوں نہ ہم نئے اجتماعات کی تاسیس سے پہلے اسی اجتماع کی تجدید کریں؟

اسی طرح ہمارا سالانہ اجتماع جو وادی منا و عرفات اور جبل فاران کی گھاٹیوں میں منعقد ہوتا ہے، جو اُس ظہور کو یاد دلاتا ہے، جبکہ خداوند سعیر اسکی چوٹیوں پر سے ایک ہاتھ میں اعلان ہدایت کی کتاب، اور ایک ہاتھ میں قیام عدل کی تلوار لیکر چمکا تھا، کیا ہمارے لئے ایک تمام عالم کا بین الملی اجتماع اعظم نہیں ہے؟ پھر ہمیں تجدید کی ضرورت ہے یا تاسیس کی؟

یہ تو ایک مثال تھی۔ اسی طرح اپنے اعمال کی ہر شاخ کو دیکھو۔

باقاعدہ انجمنیں!

آج ہمیں انجمنوں اور باقاعدہ جماعتوں سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارے قدیمی دعوت و تبلیغ کے سلسلے کو زندہ ہونا چاہئیے، جبکہ ہر مسلمان کا وجود ایک انجمن تھا، اور ہر آواز اپنے اندر ایک مشن رکھتی تھی، جبکہ اسلام وادی حجاز میں ظاہر ہوا، اور چین و ہند اور جاوا و سماٹرا میں اسکے پرستار پیدا ہوئے تو کونسی انجمن تھی، اور کون اس کا پریسیڈنٹ اور سکریٹری تھا؟ یہ کیا تھا کہ ایک عرب تاجر تجارت کا مال لیکر سماٹرا میں جاتا ہے، اور ایک پورے مشن کا کام انجام دیتا ہے؟

ہم کو بدستور اپنے کاموں میں سرگرم رہنا چاہئیے ہم اگر تاجر ہیں تو تجارت کرینگے اگر معلم ہیں تو درس دینگے لیکن جب پانچ وقت مسجدوں میں جمع ہونگے تو ہماری انجمن منعقد ہو گی، اور سرگرم تقریر وہ ہر جگہ ہمارے اندر سے آتش الٰہی کی چنگاریاں نکل کر ایک دوسرے کے دلوں سے ٹکرائیں گی۔

ہم کو ہمیشہ اپنے کاموں کے لئے روپیہ کی تلاش ہوتی ہے، اور اسکے لئے فنڈ قائم کرنے کا خیالات کرتے ہیں، یہ بھی وہی راہ "تاسیس" ہے۔ حالانکہ فریضۂ زکوٰۃ کا ایک قدیمی حکم ہمارے پاس موجود ہے، اگر [illegible] کو چھوڑ کر تجدید کریں، تو ہمارے پاس کروڑوں روپیہ کا ایک بیت المال ہر وقت موجود رہے۔

بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ ہم جب کبھی کسی کام کے لئے اُٹھتے ہیں تو ہمارا انتہائے فکر اُس سطح سے بلند نہیں ہوتا جو برسوں سے ہمارے سامنے ہے۔ وہی عام انجمنوں کے قواعد وہی ان کے نظام، وہی ان کے عہدہ داروں کی کشمکش کی رسم عام جو ہر شخص کے سامنے موجود ہے، سامنے آجاتی ہے، اور کبھی کوشش نہیں کرتے کہ رسم عام سے الگ ہو کر اپنی کوئی راہ پیدا کریں، مرحوم (نظیری) کو اپنے زمانے کی شکایت تھی:-

خلاف رسم دریں عہد فرق عادت داں
کہ کارہائے چنیں از شمار بوالعجبی ست

اصل راز اس میں یہ مضمر ہے کہ اس طریق کو اختیار کرے تو کون کرے؟ آجکل بالعموم جو لوگ ارباب عمل و موسسین دعوت ہیں، اگر وہ احیاء و تجدید اعمال اسلامیہ کے لئے اُٹھیں تو پہلی مصیبت انھیں یہ پیش آئے کہ خود اپنے آپ کو اُس دعوت کا مخاطب بنانا پڑے، اور بھلا اس دور تمدن و تہذیب میں اس وحشت و ہمجیت کے لئے کون طیار ہو سکتا ہے؟

خلاصۂ مباحث گذشتہ

اب بہتر ہوگا کہ "حزب اللہ" کے مقاصد و طریق عمل کو پیش کرنے سے پہلے دفعہ وار اپنے خیالات کو بطور خلاصۂ بحث کے پیش کر دوں، تاکہ بیک نظر سامنے آجائیں، اور ارباب فکر کو غلط فہمیوں سے دو چار نہ ہونا پڑے:۔

(۱) مسلمانوں کے مساعی و مجاہدات کا نصب العین حفظ کعبہ نہیں بلکہ حفظ عالم ہے، اور یہ بغیر اسکے ممکن نہیں کہ وہ اپنے اعمال و افعال میں ایک آخری تبدیلی کر کے، احکام الٰہی پر عمل پیرا ہو کے، اپنے قلوب و نفوس کا تزکیہ کر کے، اپنے وجود کو اللہ اور اسکے دین مبین کے حوالے کر کے، اپنے تئیں اسوۂ حسنہ ابراہیمی و محمدی (علیہما السلام) کا پیرو بنائیں، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دعوۃ الی الحق، قیام صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، اور جمیع مقاصد حقیقیۂ اسلامیہ کی تجدید کریں، اور اس طرح پھر اپنے تئیں اس فرمان الٰہی کا مستحق بنا دیں کہ الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ، وامروا بالمعروف، ونھوا عن المنکر۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو پھر زمین کی وراثت اور دین الٰہی کی فتح قطعی ہے، کیونکہ انکی گذشتہ عظمت

وفتح یابی انھیں اعمال پر مشروط تھی ۔ وکان وعدا مفعولا۔

(۲) پس محض روپیہ کا جمع کرنا، اور خدمت کعبہ کے نام سے کسی انجمن کا قائم ہونا گو مفید ہے، لیکن چونکہ محض اس سے مسلمانوں کے اندر کوئی انقلاب و تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی، اور خدمت کعبہ کوئی اصل نصب العین نہیں۔ اس لئے وہ کافی نہیں۔

(۳) انجمن خدام کعبہ اگر مقاصد بالا کو اپنے اندر شامل بھی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی اسکے دو سبب ہیں :۔

(الف) انجمن کا مقصد اصلی کسی اسلامی خدمت کے لئے روپیہ جمع کرنا ہے، اور روپیہ جب ہی جمع ہو سکتا ہے، جبکہ ایک بہت بڑی اور وسیع جماعت اس میں شامل ہو۔ پس اگر انجمن کے شرائط ممبری میں کوئی قید سخت پابندی احکام اسلامی یا انقلاب زندگی کی ہوئی، تو ظاہر ہے کہ بہت تھوڑے لوگ اسمیں پورے اتر سکینگے، اور ایسا ہونا لازمی و ناگزیر۔ اور پھر ایسی حالت میں اُس کا مقصد عظیم فوت ہو جائیگا۔

(ب) مسلمانوں کے اندر تبدیلی پیدا کرنے اور ان کے اندر مجاہدانہ و جانفروشانہ ولولۂ اسلامی کی تجدید کے لئے محض کسی انجمن کا قیام اور صداؤں کا بلند کرنا بیکار ہے، جب تک ایک جماعت اپنا عملی نمونہ پیش نہ کرے، اور ایک اجتماعی اضطراب عمل، اور شعلہ افروزانہ جوش کار، دنیا نہ دیکھے، اور بوجوہ واسباب متعلقہ انجمن خدام کعبہ میں یہ ممکن نہیں۔ اور اس کی تشریح غیر ضروری۔

(۴) پس انجمن خدام کعبہ کو قائم ہونا چاہئے، اور پورے زور اور قوت کے ساتھ کہ اس طرح ایک قوت روپیہ فراہم کرنے والی اور خدمت حرمین الشریفین کا ولولہ تازہ کرنے والی بہم ہو جائے گی، لیکن خدمت کعبہ کو اصلی مقصود و نصب العین کہکر

قوم کی ہمتوں کو پست نہیں کرنا چاہیئے، اور اسلام کے مقررہ اور اعلان کردہ نصب العین حقیقی کو صدمہ پہونچانا نہیں چاہیئے۔ اور یہ بصراحت کہنا چاہئے کہ اصل شئے اعمال میں تبدیلی اور اپنی قوتوں کو وقف جہاد فی سبیل اللہ کرنا ہے۔

(۵) جب یہ مراتب سامنے آگئے، تو ان سے صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اصل کار ابھی باقی، اور منزل مقصود کا نشان بدستور ناپید ہے۔

(۶) اسکے لئے ضرورت ہے ایک ایسی جماعت کی، جو مقاصد مذکورۂ بالا کو اپنا مقصد عمل بنائے۔ اور ہم سب کو انتہا سعی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اُسکی توفیق دے۔ جماعت "حزب اللہ" سے مقصود صرف یہی ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز آئندہ اسکے تمام اغراض کی تشریح آپ ملاحظہ فرمائینگے۔

الا ان حزب اللہ ھم الغالبون!

۱۳۳۱ ہجری[1]

خاتمۂ سخن و آغاز عمل

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا، الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا، فان حزب اللہ ھم

اے مسلمانو! تمہارا دوست اللہ ہے، اُسکا رسول، اور وہ لوگ جو اللہ اور رسول پر ایمان لاچکے ہیں، جو صلوٰۃ الٰہی کو دنیا میں قائم کرتے، اسکی راہ میں اپنے مال کو صرف کرتے، اور سب سے زیادہ یہ کہ ہر وقت اللہ اور اسکے حکموں کے آگے جھکے رہتے ہیں۔ پس جو شخص اللہ، اللہ کے رسول، اور صاحبان

[1] یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس آیۃ کریمہ کی بنا پر اس جماعت کا نام "حزب اللہ" رکھا گیا ہے، اس آیہ کریمہ کے عدد بقاعدۂ جمل ۱۳۳۱ ہیں اور یہی ہجری سنہ اس جماعت کی تاسیس کا ہے!!

الغالبون، (۲۶-۵) ایمان کا ساتھی ہو کر رہیگا، تو یقین کرو کہ وہ "حزب اللہ" میں سے ہے، اور "حزب الشیطان" کے مقابلے میں حزب اللہ ہی کا بول بالا ہونے والا ہے!!

ز شرح قصۂ معرفت خواب از چشم خاصاں را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد!

والعصر ان الانسان لفی خسر، الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات، وتواصوا بالحق، وتواصوا بالصبر۔ قسم ہے اس عصر انقلاب اور دور تغیرات کی، جو پچھلے دور کو ختم کرتا، اور نئے دور کی بنیاد رکھتا ہے، کہ نوع انسانی کے لئے دنیا میں نقصان و ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ مگر ہاں وہ نفوس قدسیہ، جو قوانین الٰہیہ پر ایمان لائے، اعمال صالحہ اختیار کئے، ایک دوسرے کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ دین حق کی وصیت کرتے رہے، اور نیز صبر و استقامت کی بھی انھوں نے تلقین کی، ہم وہی (۱۰۳-۴) اولئک علیٰ ھدًی من ربھم، واولئک ھم المفلحون (۲-۴)

یہ ہے جماعت "حزب اللہ" کا مقصد وحید، جسے غالباً ہر شخص دن میں ایک دو مرتبہ نماز کے اندر ضرور پڑھتا ہے، اور یہ ہے خلاصہ اسکے پیش نظر اغراض کا، جو سورۂ "والعصر" کی صورت میں ہر مسلمان کے آگے موجود ہے۔ فمن شاء اتخذ الیٰ ربہٖ سبیلا!

گذشتہ تمہید کی چار صحبتوں میں جو کچھ عرض کر چکا ہوں، اس سے بہت زیادہ عرض کرنا تھا، مگر مناسب یہ نظر آیا کہ پہلے مختصراً اصل اغراض و مقاصد بیان کر دیے جائیں، اور اسکے بعد انکی ہر دفعہ پر ایک مستقل مضمون شائع کیا جائے:۔

مخاطب اندکے نازک مزاج ست
سخن کم گو، کہ کم گفتن رواج ست

تلاش مقصود

لیکن کم از کم آج پہلے مقصد کے متعلق تو چند کلمات ضرور عرض کرونگا اور معافی خواہ ہوں۔ اگر اُن احباب کرام کو شاق گذرے جو اب صرف اصل دفعات طریق عمل ہی کے مشتاق ہیں۔

گذشتہ مطالب و بیانات سے آپنے اندازہ کرلیا ہوگا کہ اس عاجز کا مقصد کیا ہے؟ آخری نمبر کے خاتمے کی سطور میں عرض کرچکا ہوں کہ ہمکو آج سب سے پہلے کس چیز کا متلاشی ہونا چاہیئے؟

دنیا کی بیماریاں ہمیشہ یکساں رہی ہیں اسلئے ان کا علاج بھی اصولاً ایک ہی ہونا چاہیئے وہ جب کبھی متلاشی ہوئی ہے، تو اسکی تلاش اُس جستجو سے کبھی بھی مختلف نہ تھی، جو جستجو کہ آج ہمیں درپیش ہے۔

ایک ہی چیز تھی جسکی ہمیشہ تلاش رہی۔ ہم بھی آج اُسی کو ڈھونڈھینگے۔

جبکہ اسی زمین پر آج سے ہزاروں برس پہلے خدا کے ایک مخلص بندے نے اسکو درد اور تڑپ کی آواز میں پکارا تھا اور کہا تھا کہ:-

رب انی دعوت قومی لیلا و نهارا، فلم یزدهم دعاءی الا فرارا، و انی کلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابعهم فی آذانهم واستغشوا ثیابهم واصروا واستکبروا استکبارا، ثم انی دعوتهم جهارا، ثم انی اعلنت

خدایا! میں نے اپنی قوم کو رات دن حق و ہدایت کی دعوت دی، لیکن افسوس کہ میری دعوت کا نتیجہ بجز اسکے اور کچھ نہ نکلا کہ وہ اور زیادہ مجھ سے بھاگنے لگے۔ میں نے جب کبھی ان کو پکارا تاکہ وہ تیری مغفرت کی طرف آئیں، تو انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں کہ کہیں میری آواز نہ سن لیں، اور اپنے اوپر سے کپڑے اوڑھ لئے کہ کہیں میرے چہرے پر نظر نہ پڑجائے اور عناد و سرکشی میں اکڑ کر بیٹھ گئے! پھر بھی میں باز نہ آیا پھر انھیں

لھم واسررت لھم اسراراً (۷۱-۹) پکار پکار کر تیرا پیغام پہنچایا، اور اسکے بعد بھی ظاہر و پوشیدہ

قال نوح رب انھم عصونی واتبعوا ہر طرح سمجھایا، لیکن خدایا! با ایں ہمہ سعی و دعوت و اصلاح،

من لم یزدہ مالہ وولدہ الا ان سرکشوں نے میرا کہا نہ مانا اور انہی بدبختوں کی غلامی

خسارا (۷۱-۲۱) کرتے رہے جنھوں نے انکے مال اور اولاد کو فائدہ کی جگہ

اُلٹا نقصان ہی پہنچایا"

تو وہ بھی اپنی قوم کو اُسی کی تلاش کا پتہ دے رہا تھا۔

(۲)

جبکہ کالڈیا کے بُت خانے میں ایک برگزیدہ نوجوان نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض ادا کیا، جبکہ اس نے اپنے ہاتھ میں چھری لی، اور اپنے فرزند عزیز کو محبت الٰہی کی بھینٹ میں دشمنوں کی طرح زمین پر دے ٹپکا، جبکہ اُس نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے خاندان کو دین الٰہی کی پیروی کی وصیت کی اور کہا:۔

یا بنی! ان اللہ اصطفیٰ لکم دیکھو! اللہ نے تمھارے اس دین اسلام کو تمھارے لئے پسند

لکم الدین فلا تموتن الا وانتم فرمایا ہے، پس ہمیشہ اسی پر قائم رہنا، اور دُنیا سے نہ جانا مگر

مسلمون! (۲-) اسی حالت میں کہ تم مسلمان ہو!!

تو اُس نے بھی اُسی کو ڈھونڈھا اور پایا تھا۔

(۳)

جبکہ تخت گاہِ فراعنہ کے ایک قید خانہ میں کنعان کے قیدی نے دین الٰہی کا وعظ کہا، اور جبکہ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ:۔

یا صاحبی السجن ءارباب "اے یاران مجلس! بہت سے مالک و آقا بنا لینا اچھا ہے یا ایک ہی

متفرقون خیر ام اللہ الواحد خدائے قہار کے آگے جھکنا؟ تم جو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں

القہار؟ ما تعبدون من دونہ کی پرستش کر رہے ہو، تو یہ اسکے سوا کیا ہے کہ چند نام ہیں جو تم نے

الا اسماء سمیتموھا انتم و اور تمھارے بزرگوں نے گھڑ لئے ہیں؟ حالانکہ خدا نے تو اسکے

آباؤکم ما انزل اللہ بھا من لئے کوئی سند بھیجی نہیں۔ اے گمراہو! یقین کرو کہ تمام جہان میں

سلطان، ان الحکم الا للہ، امر الا تعبدوا الا ایاہ، ذالک الدین القیم، ولکن اکثر الناس لا یعلمون (۱۲-۴۰)

حکومت صرف اسی خدا کے لئے ہے! اُس نے حکم دیا ہے کہ صرف اُسی کے آگے جھکو! یہی اسلام کا سیدھا راستہ ہے لیکن افسوس کہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے!"

تو اسکی نظر بھی اُسی کی طرف تھی، اور اسی کی تلاش تھی جسکا وہ سراغ دے رہا تھا!

وہ "شاطی وادی ایمن" اور "بقعۂ مبارکہ"(۴) کا مقدس چرواہا جبکہ کوہ سینا کے کنارے "انی انا اللہ رب العالمین" کی ندائے محبت سے مخاطب ہوا تھا، اور جبکہ ایک ظالم و جابر حکومت کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے اُس نے یکہ و تنہا فرماں روائے عہد کے سامنے حریفانہ کھڑے ہوکر پیشین گوئی کی تھی کہ:-

ربی اعلم بمن جاء بالھدیٰ من عندہ، ومن تکون لہ عاقبۃ الدار، انہ لا یفلح الظالمون۔ (۲۸-۳۰)

اے لوگو! مجھکو جھٹلانے میں جلدی نہ کرو! خدا خوب جانتا ہے کہ کون شخص اُسکی طرف سے سچائی لیکر آیا ہے، اور آخر کار کس کے ہاتھ نتیجہ کی کامیابی آنے والی ہے؟ یقین کرو کہ خدا کبھی ان لوگوں کو فلاح نہیں دیتا جو برسرِ ناحق ہیں!

تو وہ بھی اسی تلاش کا اعلان کر رہا تھا، اور یہی تلاش تھی جسنے اُسے منزل مقصود تک پہونچایا تھا۔

وہ "ناصرہ کا نوجوان" [illegible] جو پچھلی کتابوں کی پیشینگوئی(۵) کے مطابق آیا تھا تاکہ عہدِ اسرائیلی کے خاتمے اور دورِ اسماعیلی کے آغاز کا اعلان کرے، اور جبکہ اس نے چلنے سے پیشتر ایک باغ کے گوشے میں اپنے [illegible] ناسمجھ ساتھیوں سے کہا تھا کہ:-

انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ و مبشرا برسول یاتی من بعدی

میں اللہ کی طرف سے تمھاری طرف بھیجا ہوا آیا ہوں۔ میں کوئی نئی شریعت نہیں لایا، بلکہ میرا کام صرف یہ ہے کہ کتاب توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آچکی ہے، تصدیق کرتا ہوں، اور ایک

اسمہٗ احمدؐ" (۶۱-۷) آنے والے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا اور جسکا نام "احمدؐ" ہوگا۔

تو وہ بھی اسی وادیٔ جستجو کا ایک کامیاب قدم شوق تھا، اور یہی گوہر مقصود تھا، جسکے نے اُس نے اپنے بعقل ساتھیوں کے جیب و دامن کو بیقرار دیکھنا چاہا تھا۔

(۲)
اور پھر وہ ظہور انسانیت کبریٰ، وہ مجسمۂ نعمت الٰہیہ عظمیٰ، وہ معلم کتاب و حکمت، وہ مزکی نفوس انسانیت، وہ "ھادی الیٰ صراط مستقیم" وہ مخاطب "انک لعلیٰ خلق عظیم" وہ تاجدار کشورستان یزدان پرستی، وہ فتحیاب تقلیم قلوب انسانی، وہ علم آموز درسگاہ "ادبنی ربی فاحسن تادیبی" وہ خلوت نشین شبستان "ابیت عند ربی ھو یطعمنی و یسقینی" یعنی وہ وجود اعظم و اقدس، جسکے لئے دشت حجاز میں ابراہیم خلیلؑ نے اپنے خدا کو پکارا: ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتک و یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم (۲-۱۲۱) جسکے نور مبین کی تجلی فاران کی چوٹیوں پر موسیٰؑ نے دیکھی، جسکے عشق میں داؤدؑ نے نغمہ سرائی کی، جسکے جمال الٰہی کی تقدیس میں سلیمانؑ اپنے تخت جلال پر جھک گیا، جسکے طرف یوحنا سے پوچھنے والوں نے بیقرارانہ اشارہ کیا، اور جسکے لئے ناصرہ کے اسرائیلی نبی نے اپنا جانا ہی بہتر سمجھا، تا وہ اپنے باپ سے جو آسمان پر ہے سفارش کرے، اور اُسکو "جو آنے والا ہے" جلد بھیجدے (یوحنا ۱۶-۷) [illegible] وہ "آنے والا" آیا، اور خدا کی زمین آخری مرتبہ سنواری گئی تا اسکی ابدی حکومت و جلال کا تخت بچھے اور پھر اسکے فرمان آخر [illegible] ومن یبتغ غیر الاسلام دینا، "اب جو اسلام [illegible] ہی کی جگہ کسی دوسری تعلیم فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ کو تلاش کریگا، تو یقین کرو کہ اسکی تلاش کبھی مقبول نہ ہوگی من الخاسرین (۳-۷۹) اور اسکے تمام کاموں کا آخری نتیجہ نامرادی ہی ہوگا!"

تو وہ بھی اُسی کی جستجو میں نکلا تھا جسکی جستجو میں سب نکلے، اور قبل اسکے کہ وہ اُسکے لئے بیقرار ہوکر اُسکا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

ووجدک ضالًا فھدیٰ۔ (۹۳-۷)	اور اے پیغمبر! ہم نے تم کو دیکھا کہ ہماری تلاش میں سرگرداں ہو پس ہم نے (خود تمہاری رہنمائی کی اور) اپنی راہ دکھا دی! (۷)

دنیا کی خوشی مرجھا گئی تھی، اسکا جمال صداقت پژمردہ، اور اسکا چہرۂ ہدایت زخمی ہو گیا تھا۔ وہ پیمان و مواثیق، جو اولاد آدم نے مقدس رسولوں کے سامنے، انکے پاک پیغاموں کو سُن کر خدا سے باندھے تھے، ایک ایک کر کے عصیان و تمرد سے توڑ دیئے گئے تھے، اور خدا کی رحمت و رافت زمین کے بسنے والوں سے روٹھ گئی تھی، اُسکا وہ جمال ازلی و ابدی جس نے پردے اُٹھا دیئے گئے تھے تا اسکے ڈھونڈھنے والوں کو نظر آئیں، اب پھر مستور و محجوب ہو گیا تھا۔ اور اُس میں اور اسکے بندوں میں کوئی رشتہ باقی نہ تھا۔

ہاں کوئی نہ تھا، جو اسکو ڈھونڈھے۔ کوئی قدم نہ تھا، جو اسکی طرف دوڑے۔ کوئی آنکھ نہ تھی، جو اسکے لیئے اشکبار ہو۔ کوئی دل نہ تھا، جو اُسکی یاد میں مضطرب ہو۔ کوئی روح نہ تھی، جو اُسے پیار کرے۔ اُس کی دُنیا اُس سے بیخبر تھی۔ اُسکے بندے اُس سے غافل تھے۔ انسان کا ضمیر مر چکا تھا، فطرت کا حسن حقیقی عصیان عالم کی تاریکی میں چھپ گیا تھا۔ طغیان و سرکشی کے سیلاب تھے، جو خشکی و تری، دونوں میں اُمنڈ آئے تھے، اور جن کے اندر خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہہ رہی تھیں:-

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (۳۰-۴۱)	خشکی اور تری، دونوں میں انسان کے عصیان و سرکشی سے فتنہ و فساد پھیل گیا!

جبکہ یہ حالت تھی تو دنیا بگڑ کر پھر سنوری، انسانیت مر کر پھر زندہ ہوئی، اور خدا نے اپنے چہرے کو پھر بے نقاب کر دیا۔ وہ جو شام کے مرغزاروں اور یروشلیم کے ہیکل کے ستونوں سے روٹھ گیا تھا، اب پھر آ گیا، تاکہ وشت حجاز کے ریگستانوں کو پیار کرے، اور اپنے راز و نیاز محبت کے لیئے ایک نئی قوم کو چن لے۔ دنیا جو صدیوں سے اسکو بھلا چکی تھی، پھر اُسکی تلاش میں نکلی، اور انسان نے اپنے مقصود و مطلوب کو کھو کر پھر دوبارہ پا لیا۔

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین ، یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور ویھدیھم الی صراط مستقیم ۔ (۴ - ۱۸)	بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور ہدایت ، اور ایک کتاب مبین آئی ، اللہ اُسکے ذریعہ ، امنی کے راستوں پر ہدایت کرتا ہے ۔ اُسکی ، جو اُس کی رضا چاہتا ، اور اُسکو ہر طرح کی گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتا ، اور صراط مستقیم پر چلاتا ہے !

(۸)

غرضکہ دنیا کی حیات ہدایت وسعادت کی تاریخ یکسر تلاش وجستجو ہے ۔ اس نے اپنے ہر دور میں کھویا ، اور پھر ہر دور میں اسکی تلاش کے لئے نکلی ۔ وہ جب کبھی گری تو اُسی کو کھو کر گری ، اور جب کبھی اُٹھی ، تو اسی کی تلاش کا ولولہ لیکر اٹھی ۔ اسکے ہادیوں نے جب کبھی اسکو جگایا تو اسی کے لیے جگایا ، اور جب کبھی اُسکا ہاتھ پکڑا ، تو اسی جستجو میں نکلنے کے لئے پکڑا ۔ اس کی یہ تلاش ہمیشہ کامیاب ہوئی اور اس نے جب کبھی پکارا ، اُسے جواب ملا ۔ پانی کے ملنے میں کبھی کبھی دیر ہوئی ، البتہ تشنگی کا ثبوت ہمیشہ مانگا گیا

جمال حال شود ترجمان استحقاق ۔ دلیل آب جگر تفتگی و تشنہ لبی ست

جماعت

لیکن یہ انقلاب عظیم جو ہیئت انسانی میں ہوا ، جسنے دنیا کو یکسر بدل دیا ، اور جس متاع گم گشتہ کو وہ کھول چکی تھی ، اُسکی تلاش وجستجو میں گم ہو کر پھر نمودار ہوئی ، کس چیز کا نتیجہ تھا ؟

یقیناً وہ ایک صدا ئے الٰہی تھی ، لیکن کن کے اندر سے اُٹھی ؟ کچھ شک نہیں کہ وہ جمال ربانی کی ایک بے نقاب تجلی بخش نظارہ تھی ، لیکن اس جلوہ ایزدی کا آفتاب ، کن کے ۔۔۔ وجوہ سے چمکا ؟

اُن کے ۔۔۔ کی نسبت کہا گیا کہ " سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود " ! !

اصل یہ ہے کہ وہ ایک جماعت تھی، اور تاریخ اصلاح عالم میں یاد رکھنا چاہئے کہ ہر دعوت وانقلاب اصلاح نے سب سے پہلے جماعت ہی کو پیدا کیا ہے۔ دعوت اگر ایک بیج ہے تو اسکے درخت کی پہلی شاخ جماعت ہی ہے۔ دُنیا میں جب کبھی کوئی اصلاحی تغیر ہوا ہے تو محض تعلیمات سے نہیں ہوا ہے بلکہ اُس جماعت کے اعمال سے ہوا ہے، جو ان تعلیمات کی حامل و محافظ تھی۔ وہ صدائیں جو محض زبانوں سے اُٹھتی ہیں، ہوا کی منجمد سطح میں تموج پیدا کر سکتی ہیں مگر دلوں کے سمندر میں لہریں پیدا نہیں کر سکتیں۔ کان ان کو سُنتے ہیں پر دل ان کے آگے مسجود نہیں ہوتے۔

یہی سبب ہے کہ دُنیا میں جب کبھی مصلحین حق کا ظہور ہوا، خواہ وہ ظہور انبیا و رسل کرام کا تھا جو بمنزلہ اصل ہیں، یا ان کے متبعین و مجددین کا جو بمنزلہ فرع و ظل کے ہیں، مگر ہمیشہ ان کا پہلا کام یہی رہا کہ انھوں نے اپنی تعلیم و دعوت کا نمونہ ایک جماعت کی صورت میں پیش کیا۔ اور پھر یہ بنیاد جتنی محکم بن سکی، اُتنا ہی استحکام بعد کی تعمیرات کو بھی حاصل ہے۔ حضرت ابراہیم کی نسبت قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ:۔

لقد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ" (٦٠-٤)

"بیشک تمھارے واسطے اتباع و پیروی کے لئے ایک بہترین نمونہ و نصب العین ہے حضرت ابراہیم کی زندگی میں نیز "ان کے ساتھیوں" کی زندگی میں۔"

فرمایا کہ "والذین معہ" اور وہ لوگ جو ان کے ساتھی ہیں۔ یہی "معیت" ہے جو اعمال اصلاح و نبوت کی حامل و محافظ ہوتی ہے، اور اُس امانت اصلاح و دعوت کو دنیا میں پھیلانے کے لئے سنبھال لیتی ہے، جو انبیاء کرام لیکر دنیا میں آتے ہیں۔

حضرت نوح جب کشتی میں سوار ہوئے تو ستر آدمی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت (موسیٰ) کا ساتھ ابتدا میں خود بنی اسرائیل میں سے بھی ایک تعداد قلیل نے دیا، حضرت مسیح نے اپنی تمام حیات دعوۃ میں بارہ آدمی پیدا کئے، لیکن فی الحقیقت یہی جماعتیں تھیں

جنھوں نے لاکھوں اور کروڑوں دلوں کو مسخر کیا، اور زمین کے بڑے بڑے حصّوں کو اپنی اصلاح و دعوت کے آگے سربسجود پایا۔

کیونکہ وہ دعوت و اصلاح کی جماعتیں تھیں، جو ان تعلیمات کا اپنے اعمال و افعال کے اندر نمونہ رکھتی تھیں۔ اور زبان کی پکار ضائع جا سکتی ہے، پر اعمال کی صدا کبھی جواب لئے بغیر نہیں رہتی!

پس اصلاح عالم کا یہ آخری ظہور جسنے دین الٰہی کو اسکے قدیمی نام "اسلام" کے ساتھ پیش کیا، یہ بھی دنیا میں اسی لئے آیا تھا تا ایک جماعت پیدا کرے، اور اُسنے "جماعت" پیدا کی۔ [illegible] تھی جسکو خدا نے اپنے کاموں کیلئے چن لیا، اور اسکے دلوں کو اپنے جمال و صفات الٰہیہ کا مسکن بنایا۔ عشق الٰہی کی وہ آتش مقدس، جسکے لئے (نوح ؑ) نے لکڑیاں چُنیں، جسکو (ابراہیم ؑ) خلیل نے اپنے دامن قربانی سے ہوا دی، جسکی چنگاریاں وادی ایمن کی تاریکی میں چمکیں، جسکے شعلوں کے لئے (مسیح ؑ) کی قربانی کے خون نے تیل کا کام دیا، اور جو بالآخر جبل (بوقبیس) کے غاروں میں "سراجا منیرا" بن کر بھڑکی، اسکے شعلوں سے اس جماعت الٰہی نے اپنے دلوں کی انگیٹھیوں کو روشن کر لیا تھا، اور یہ انگیٹھیاں گو تعداد میں قلیل، اور دنیا کی تاریکی وسیع و عالمگیر تھی، لیکن انہی سے دعوت و اصلاح کے وہ لاتعد و لاتحصیٰ چراغ روشن ہوئے جن میں سے ایک ایک چراغ زمین کے بڑے بڑے رقبوں اور انسانوں کی بڑی بڑی آبادیوں میں آفتاب جہانتاب بنکر ظلمت ربائے عالم ہوا!

یہی وہ حمد اکی روشنی تھی، جو اس الٰہی جماعت میں سے ہو کر چمکی، اور جسکو خدا نے "نور اللہ" کے لقب سے یاد کیا۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ!

آسمان کی پادشاہت

میرا مقصود تاریخ دعوۃ اسلامیہ کی اُس اولین جماعت سے ہے، جس نے حضرت ابراہیمؑ خلیل کے ساتھیوں کی طرح، محمد رسول اللہ (علیہما الصلوۃ والسّلام) کا ساتھ دیا، اور اتباعِ اعمال نبوت کے ذریعہ، خود اپنے اندر خصائص و برکات نبوت پیدا کر لئے:-

محمد رسول اللہ، والذین معہ اشداء علی الکفار، رحماء بینھم، تراھم رکعا سجدا، یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا، سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (۴۸-۲۹)

محمد رسول اللہ، اور وہ لوگ جو اُسکے ساتھ ہیں۔ دشمنانِ حق کے مقابلے میں نہایت سخت مگر آپس میں نہایت رحم دل، ان کو تم ہمیشہ اللہ کے آگے عالم رکوع و سجود میں دیکھو گے کہ اللہ کے فضل اور اسکی خوشنودی کے طالب ہیں۔ ان کی پیشانیوں پہ کثرت سجود کی وجہ سے نشان بن گئے ہیں!

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭

یہی جماعت تھی، جسکے الٰہی کاروبار کو حضرت (مسیح) نے " آسمان کی پادشاہت" سے تعبیر کیا، کیونکہ فی الحقیقت وہ دنیا کو قوائے شیطانیہ کے تسلط سے نکالنے والی تھی، اور اسی کے اعمال حقہ کے ذریعہ دنیا میں خدا کا تخت عدل و صلاح بچھنے والا تھا۔ وہ ایک بیج تھا، جو بوتے وقت گو حقیر اور بہت چھوٹا تھا، پر بار آور ہونے کے بعد ایک درخت وسیع و تناور بننے والا تھا۔ اسی لئے (مسیح) نے اسکو اس تمثیل میں بیان کیا کہ:-

" آسمان کی پادشاہت رائی کے دانے کی مانند ہے، جسے ایک شخص نے لیکے اپنے کھیت میں بویا۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہے پر جب اُگتا ہے، تب سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے، اور ایسا درخت ہوتا ہے کہ ہوا کے پرندے اسکے ڈالیوں پر بسیرا لیتے ہیں!! (متی ۱۳-۳۱)

چنانچہ پچھلی آیہ میں اسی تمثیل کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا:۔

ذالك مثلهم فى التوراة ومثلهم فى الانجيل (الخ)

یعنی جماعت۔ ہے، جسکو تورات اور انجیل میں ایک کھیتی سے تمثیل دی ہے (الخ)

دیکھو! آسمان کی پادشاہت کا یہ بیج جو بویا گیا، فی الحقیقت کیسا حقیر تھا؟ ایک جماعۃ قلیل وحقیر، جسکو نہ ساز و سامان دنیوی حاصل تھا، اور نہ کسی طرح کی دنیوی ریاست وعزت، نہ اُسکے پاس آلات جنگ تھے، نہ کوئی مسلح فوج، چند فقرا وصعالیک تھے، جنھوں نے دعوۃ الہیہ کا ساتھ دیا، اللہ کی پکار کو سنکر اسکی تلاش میں نکلے، اور آسمان کے لیے زمین والوں سے اپنا رشتہ قطع کر دیا۔ ان کے پاس پرہیبت جسم نہ تھے اور نہ خونخوار اسلحہ، مگر ان کے سینوں میں صداقت شعار دل تھے، اور انکے آنکھوں میں سچائی کے آنسو۔ انھوں نے تعلیم الٰہی کو اپنا دستور العمل بنایا۔ انھوں نے ہر اُس لفظ کو جو خدا کے مقدس پیغامبر کی زبان سے نکلا اپنے اعمال وافعال کے اندر محفوظ کر لیا۔ ان کی زبانیں خاموش تھیں مگر انکے اعمال گویا تھے، انھوں نے اُس "اُسوۂ حسنہ" کی زندگی کو اپنا نصب العین بنایا تھا۔ جو گو انسان تھا، مگر اپنے ہر فعل کے اندر ایک خدا نما جلوۂ الٰہی رکھتا تھا۔ وہ نہ صرف تعلیم، بلکہ ایک عملی نمونہ لیکر دُنیا میں بڑھے، اور آسمان کی پادشاہت کا وہ مقدس تخم، جسکی منادی شام کے مرغزاروں میں ہوئی تھی، حجاز کے ریگستانوں میں نشو ونما پانے لگا۔ تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ ایک سرسبز وتناور درخت نے اپنی ڈالیوں سے کرۂ ارضی کو چھپا لیا۔ ہوا کے پرندوں نے اسکی شاخوں میں نشیمن بنائے، اور زمین کی مخلوقات نے اسکے سائے میں پناہ لی:۔

اصلها ثابت وفرعها فى السماء، تؤتى اكلها كل حين باذن ربها، ويضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون (۱۴ – ع ۴)

وہ درخت کہ جڑ اسکی زمین کے اندر مضبوط اور بلند ٹہنیاں آسمان تک پہنچی ہوئیں ہیں۔ قوت الہیہ کی نشو فرمائی سے وہ ہر وقت اپنے میوؤں کا پھل لاتا رہتا ہے، اور یہ ایک مثال ہے جو اللہ بیان کرتا ہے، تاکہ لوگ سوچیں اور غور کریں!!

تلاشِ مکان یا تلاشِ مکین ؟

یاد رکھو، وہ خدا جو مکان و زمان سے منزہ ہے، جب دنیا میں آتا ہے، تو اپنے بسنے کے لئے گھر چاہتا ہے۔ زمین کی شاندار آبادیاں، پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیاں، سمندروں کی ناپیدا کنار موجیں، صحراؤں کے وسیع میدان؛ یہ سب اسکے لئے بیکار ہیں، پادشاہوں کے تختِ ہیبت و اجلال، لعل و جواہر سے لبریز خزانے، بڑے بڑے گنبدوں و ستونوں کے عظیم الہیئۃ ایوان و محل، اسکا گھر نہیں بن سکتے۔ تم اُسکے لئے ایک گھر پیدا کرو، جو اسکے جمالِ قدس کا نشیمن، اور اسکے حسنِ ازلی کا کاشانہ بن سکے۔ تم جو اُس کی جستجو میں نکلنا چاہتے ہو، بہتر ہے کہ پہلے اپنی جستجو میں نکلو۔ تم کہ اُس کے نہ ملنے کی شاکی ہو، چاہیے کہ پہلے اپنی گم گشتگی پہ ماتم کرو! اسکے حریمِ محبت کا دروازہ ہمیشہ سے بے حجاب ہے۔ اسکے کاشانۂ وصال کے بابِ عشق نواز پر کوئی پاسبان نہیں۔ وہ تو ہر آن و ہر لمحہ اپنے متلاشیوں کا منتظر ہے، لیکن ساری محرومی اس میں ہے کہ تمھارے پاس کوئی مکان ہی نہیں، جو اسکے قدومِ محبت کا مکین بن سکے۔

ہر چہ ہست از قامتِ ناسازِ بے اندامِ ماست
ورنہ تشریفِ تو بر بالائے کس دشوار نیست

اسکے بسنے کے لئے چاندی اور سونے کا محل، اور صندل و آبنوس کا تخت مطلوب نہیں ہے جس میں لعل و الماس کے ٹکڑے جڑے ہوں۔ وہ اُن دلوں کا طالب ہے، جن میں اسکے درد محبت کے زخموں سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہوں، اسکے لئے فقیروں اور خاک نشینوں کی ایک ایسی جماعت چاہیے، جنکے دل ٹوٹے ہوئے، جنکے جگر جلے ہوئے جنکی آنکھیں خونبار ہوں۔ یہی ٹوٹے پھوٹے کھنڈر اسکے رہنے کے لئے ایوان و محل ہیں، اور یہی اُجڑی ہوئی بستیاں ہیں، جنکو اُس نے اپنی آبادی کے لئے چُن لیا ہے۔ وہ کہ آبادیوں

کی رونق، صحراؤں کی فضا، پہاڑوں کی بلندی، ملکوت السماوات کی بوقلمونی اُسے اپنی طرف متوجہ نہ کرسکی، دل کی اُجڑی ہوئی بستیوں اور ٹوٹی پھوٹی دیواروں کو اپنا کاشانۂ وصال بناتا ہے اور اس گھر کے سوا اور کوئی جگہ اُسے پسند نہیں۔ لا وسعنی ارضی ولا سمائی، ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔ وایضًا قال:- انا عند المنکسرۃ قلوبھم!!

انا عرضنا الامانۃ علی السموٰت	ہم نے اپنی امانت آسمانوں، اور زمینوں اور پہاڑوں کے
والارض والجبال فابین ان	سامنے پیش کی، لیکن سب نے اس کے اُٹھانے سے انکار
یحملنھا واشفقن منھا وحملھا	کردیا اور اُس بارگراں کے متحمل نہ ہوسکے۔ لیکن انسان آگے
الانسان، انہ کان ظلومًا	بڑھا اور اُسے بلاتامل اُٹھالیا۔ کچھ شک نہیں کہ وہ اپنے اوپر
جھولًا!!	سخت ظلم کرنے والا اور سرگشتۂ نادانی ہے۔

وقال مولی الجامی قدس اللہ سرہ السامی

غیر انساں کس نکرد قبول ۔۔۔ زانکہ انساں ظلوم بود وجہول
ظلم او آنکہ ہستیٔ خود را ۔۔۔ ساخت فانی بقائے سرمد را
جہل او آنکہ ہرچہ جز حق بود ۔۔۔ صورت آں زلوح دل بزدود
نیک ظلمے، کہ عین معدلت ست ۔۔۔ نغز جہلے، کہ مغز معرفت ست

فلولم یکن للانسان قوۃ ھذہ الظلومیۃ والجھولیۃ، لما حمل تلک الامانۃ العظیمۃ الالٰھیۃ!!

پس اُس قدوس قدیم کا دنیا میں کوئی گھر ہوسکتا ہے، تو وہ صرف اُن انسانوں کے دلوں ہی کا آشیانۂ محبت ہے، جنھوں نے اس گھر کو اسکے بسنے کے لئے پہلے ہی سے سنوار رکھا ہے، اور اسکی آرائش و تزئین سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ دنیا کے گھروں کی طرح اس گھر کی آرائش کے لئے نہ تو حریر و اطلس کے پردوں کی ضرورت ہے، نہ دیبا و قاقم کے فرش و

قالین کی۔ اُسکی آرائش کے لئے صرف ایک ہی چیز مطلوب ہے، یعنی زخم محبت کی خونبانہ فشانی، جسکے چھاپوں سے اسکی دیواریں ہمیشہ گلزار رہیں

جز محبت ہر چہ بردم، سود در محشر نداشت
دین و دانش عرضہ کردم، کس بچیزے بر نداشت

(شبلی) را درخواب دیدند و پرسیدند: کیف وجدت سوق الآخرۃ؟ بازار آخرت را چہ طور یافتی؟ گفت بازار لیست کہ رونق ندارد، درین بازار مگر جگر ہائے سوختہ، و دلہائے شکستہ، آہ ہائے سوزاں، و چشم ہائے خوں افشاں! سوختہ را مرہم نہند، شکستہ را باز بندند، و چشم ہائے خونچکاں را از سرمۂ نظارۂ تجلی و منور سازند!

دل شکستہ دراں کوے می کنند درست
چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا بشکست!

پس اگر تم اسکے طالب ہو تو ایک جماعت پیدا کرو، تا اسکی جلال و قدوسیت کا وہ آشیانہ بنے۔ اگر تمھارے پاس گھر نہیں ہے، تو بسنے والے کی تلاش میں کیوں سرگرداں ہو؟ مکین سے پہلے چاہئے کہ مکان کی فکر کرلو!

اعمال الٰہیہ

دنیا کے اندر تبدیلی پیدا کرنا آسان نہیں ہے۔ تم کسی گھر کی ایک دیوار یا کھڑکی بدلنی چاہتے ہو تو اسکے لئے کیا کیا سروسامان کرنے پڑتے ہیں؟ پھر جو لوگ سطح ارضی کے بڑے بڑے رقبوں اور انسانوں کی عظیم الشان آبادیوں کے اعمال و معتقدات کو بدل دینا چاہتے ہیں، اُن کو سوچنا چاہئے کہ ان کا مقصد کس درجہ مشکل اور کٹھن ہے؟

دنیا میں مادی انقلابات ہمیشہ سلطنتوں کے تغیرات اور خونریز جنگوں کے ظہور سے ہوتے رہتے ہیں، لیکن غور کرو کہ اُن میں کا ہر چھوٹا سے چھوٹا انقلاب بھی کیسی گراں قدر

قیمت رکھتا ہے؟ قرنوں کی قرنیں فکر و تدابیر میں گذر جاتی ہیں۔ خزانوں کے خزانے لُٹا دیے جاتے ہیں۔ کروڑوں گینیوں کے قرض لئے جاتے ہیں۔ پھر فوجوں کے سمندر طوفان میں آتے ہیں، قیمتی سے قیمتی آلات و اسلحہ کروڑوں کی تعداد میں تقسیم کئے جاتے ہیں، بیشمار انسانوں کی قربانیاں تڑپتی ہیں اور خون کی ندیاں بہتی ہیں، عورتیں بیوہ، بچے یتیم، والدین زندہ درگور ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہو رہتا ہے، جب کہیں جا کر ایک چھوٹا سا ملکی انقلاب تکمیل کو پہنچتا ہے!!

پھر وہ بھی یقینی نہیں کہ ہزارہا کوششیں رائگاں اور صدیوں کی امیدیں پامال بھی ہو جاتی ہیں۔

جب دنیا کے اُن مادی انقلابات کا یہ حال ہے جو صرف انسانی حکومت کے تخت اور انسانی نسلوں کی آبادیوں کو متغیر کرنا چاہتے ہیں، تو پھر اس روحانی انقلاب کی بابت سوچو، جو زمین کی سطح اور انسان کے جسموں کو نہیں بلکہ روحوں اور دلوں کی اقلیموں کو پلٹ دینا چاہتے ہیں، اور کروڑوں انسانوں کے اعمال و خصائل کے اندر تبدیلی کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ ان انقلابات کے لئے کیا محض انسانی قوت و تدبیر، اور محض اخلاق و مذہب کے چند رسمی اصولوں کو پکار دینا ہی کافی ہو سکتا ہے؟

تم ایک مرتبہ خود اپنے ہی نفس کو آزما دیکھو، جس پر تمہارے ارادے کو پوری قدرت ہے کیا ایک چھوٹی سے چھوٹی تبدیلی بھی اپنے نفس و اعمال کے اندر بآسانی پیدا کر سکتے ہو؟

پھر جب تم ایک نفس کی تبدیلی پر، جو خود تمہارے اختیار میں ہے، قادر نہیں، تو اُن کروڑوں کو دلوں کو کیونکر بدل دے سکتے ہو، جن پر تمہاری نہیں، بلکہ صدیوں کے پرورش یافتہ و محکم اعتقادات و اعمال کی حکومت قاہرہ، اور نفس کا تسلط جابرہ قائم ہے؟

اصل یہ ہے کہ انسان جسم کو پارہ پارہ کر دے سکتا ہے پر دلوں کو نہیں بدل سکتا۔ زمین کی خشکی و تری کا نقشہ ممکن ہے کہ وہ بدل دے، لیکن قلب و روح کا ایک گوشہ بھی اس کے

پھیرت سے نہیں پھر سکتا۔ وہ تعلیم دے سکتا ہے اور اصلاح! اصلاح پکار بھی سکتا ہے، لیکن نہ تو فتح مندی کا بیج اسکے دامن میں ہے، اور نہ بار آور کرنے والی نشو و نما اسکے قبضے میں۔ یہ صرف اُسی تدبیر و حکیم کے دست قدرت کا کام ہے، جو مقلب القلوب اور محول الاحوال ہے، اور جو ہمیشہ اپنے کاروبار قدرت کی نیرنگیاں دکھلاتا، اور اپنی عجیب فرمائی پر حیرانی و تحیر کی بخشش کرتا ہے!

پس اگر تم کہ انسان ہو، انسانوں کو بدلنا، اور ارواح و قلوب کے عوالم روحانیہ کو منقلب کر دینا چاہتے ہو، تو یاد رکھو کہ جبتک تم انسان ہو، ایسا نہیں کر سکتے، کیونکہ انسانوں کو اسکی قدرت نہیں دی گئی۔ البتہ اگر تم اپنے اندر قوت الٰہی پیدا کر لو، اگر اپنی جماعت کے اندر اس کارفرمائے حقیقی کا ایک گھر بنا لو۔ تمھاری صداؤں کی جگہ تمھارے اندر سے اُسکی آواز نکلنے لگے۔ تمھاری آنکھوں کے حلقوں سے تمھاری نظروں کی جگہ اُسکی نگاہیں کام کرنے لگیں، تمھارے [illegible]، یکسر اُسکے صفات و افعال ہو جائیں یعنی از فرق تا بقدم اپنے تمام اعمال و خصائل میں ایک پیکر اخلاق الٰہی بن جاؤ، تو پھر تمھارے کام، خود تمھارے کام نہونگے، جنکے لیئے انتظار، حسرت، اور ناکامی ہو، بلکہ یکسر اس قادر و مقتدر کے کاروبار ہونگے، جسکا دامن عز و کبریائی اس سے بہت اقدس و منزہ ہے کہ آلودہ ناکامی و ملوث حسرت و افسوس ہو۔

پھر جب وہ کہ سب کا مالک ہے، تم میں ہوگا، تو تم کو بھی اُسکے ملک کی ہر شے پر قدرت ہو جائیگی۔ کیونکہ تمھاری قدرت در حقیقت اُسی کی قدرت ہوگی۔ تمھاری صدائے دعوت ایک سیلاب انقلاب ہوگی جسکو دنیا کی کوئی طاقت نہ روک سکیگی۔ تمھاری زبانوں سے جو کچھ نکلیگا، وہ دلوں اور روحوں پر نقش ہو جائیگا اور پھر نہ زمین کا پانی اُسے دھو سکیگا اور نہ آسمان کی بارش اُسے محو کر سکے گی۔ تمھاری تعلیم بیج اور پھل، دونوں اپنے ساتھ لائیگی، اور تم گو چپ رہوگے، لیکن تمھاری خاموشی [illegible] ایک صدائے عمل پکڑ کر دلوں

ہستیاں اپنے دلوں کو ہتھیلیوں پر رکھکر پیش کش کرینگی۔ تمھاری آنکھوں سے شعلے تھے کہ جب شرارے نکلینگے تو دنیا میں کس کی آنکھ ہوگی، جو اس سے دوچار ہوسکے؟ تمھاری زبانوں سے جب لسانِ الٰہی کی صدائے دعوت اُٹھے گی، تو خدا کی آواز کو سُنکر اسکی کون مخلوق ہے جو لبّیک نہ کہے گی؟

تم جس طرف سر اُٹھاؤگے، دلوں کو سربسجود اور روحوں کو معترف عجز و نیاز پاؤگے اور خدا کا قاہر و مقتدر ہاتھ تم ہی سے ظاہر ہو کر ملکوں اور قوموں کو منقاد کردیگا!

تم ایک عالم کو بدلنا چاہتے ہو۔ تمھارے سامنے صدیوں کی ایک محکم عمارت ہے۔ تم چاہتے ہو کہ اُسے یکسر ڈھا دو اور اُس کی جگہ ایک نیا محل تعمیر کردو۔ لیکن اسکے لیے تمھارے دست و بازو کی قوت تو کافی نہیں۔ جب تک تمھارے ہاتھ کے اندر سے اللہ کا ہاتھ نمایاں نہوگا، اس ردّ و قبول اور ہدم و بنا سے عہدہ برآ نہو سکوگے۔

تشریح مزید

حکیم و جاہل اور فرزانہ و ہوشیار میں مرئیات و مشاہدات کا فرق نہیں ہے بلکہ صرف چشمِ نظارہ اور دلِ فکر فرما کا۔ تم نے کبھی اسپر بھی غور کیا ہے کہ یہ کیا بوالعجبی ہے کہ پاک تعلیمات کا اثر اور مقدس صداؤں کی تاثیر ہم ہی سے مفقود ہو گئی ہے؟ یہ کیوں ہے کہ بہتر سے بہتر ارادے ہمارے ذہنوں میں، اعلیٰ سے اعلیٰ خیالات ہماری فکروں میں، اور پاک سے پاک تعلیمات ہماری زبانوں پر ہیں، مگر نہ تو ارادوں میں قبولیت ہے، نہ خیالات میں فعالیت، اور نہ تعلیمات میں اثر۔ جس دنیا کے بڑے بڑے وسیع ٹکڑوں کو صرف ایک زبان کی دعوت نے مضطر و سیماب وار کر دیا تھا، آج اسی دنیا میں بڑی بڑی جماعتوں کی صدہا صدائیں ایک نفس واحد کی غفلت جامد و ساکن میں حرکت پیدا نہیں کرسکتیں یہی اسلام کی صدائے دعوت اور یہی اسکی کتاب ہدایت کی صدائے اصلاح اُس وقت

بھی تھی، جبکہ اسکے ایک ایک داعی نے ایک ایک اقلیم کو مسخر اثر کر لیا تھا، اور یہی اب بھی ہے کہ خود اپنے دلوں ہی میں تپش محسوس نہیں ہوتی، دوسروں کی انگیٹھیاں اُس سے خاک سر وشن ہونگی!

ایک ہی علۃ سے دو مختلف نتیجے پیدا نہیں ہو سکتے۔

اصل یہ ہے کہ دنیا کا سر انقلاب و تغیر ہمیشہ صدائے عمل کے آگے جھکا ہے، نہ کہ صدائے قول کے سامنے حقیقی شے ہر تعلیم کیلئے "نمونہ" ہے، اور جب تک مصلح اپنے اندر اپنی اصلاح کا نمونہ نہیں رکھے گا، اسکی تعلیم دلوں کی قبولیت اور روحوں کی اطاعت سے محروم رہیگی۔ آگ جب جلتی ہے تو سب سے پہلے جلانے والے کو گرم کرتی ہے۔ اگر تمھارے پاس آگ موجود ہے تو سب سے پہلے اپنے آپ کو سوز و تپش میں دکھلاؤ۔ پھر دوسروں کو گرمی و حرارت کی دعوت دینا۔ اگر خود تمھارے اندر آگ موجود ہے تو اس مجمر سوزاں کو جہاں کہیں بھی رکھوگے، خود بخود ہر طرف گرمی پھیل جائیگی۔ کیونکہ گرمی آگ کے شعلوں سے نکلتی ہے، برف کی سل سے پیدا نہیں ہو سکتی!

اسلام نے ایک جماعت صحابۂ کرام کی پیدا کر دی تھی، جو اس تعلیم کا ایک صحیح ترین عملی نمونہ اپنے اندر رکھتی تھی، اور ان میں کا ہر فرد اُس اسوۂ حسنہ کی قوت سے ایک ایک اقلیم کی تسخیر اپنے قبضۂ اقتدار میں رکھتا تھا۔ ان کے اعمال کے اندر تعلیمات الٰہیہ کی مقدس انگیٹھی شعلہ فروز تھی، اسلئے وہ جہاں جاتے تھے، ایک آتش کدۂ اثر اپنے اندر لے جاتے تھے۔



التائبون العابدون الحامدون	وہ، جو توبہ کرنے والے ہیں، اللہ کے عبادت گذار ہیں
السائحون الراکعون الساجدون	اُسکی حمد و ثنا ہمیشہ ورد زباں رکھتے ہیں، اسکی راہ
الآمرون بالمعروف والناھون	میں اپنے گھروں کو چھوڑکر سفر کرتے ہیں، اسکے آگے
عن المنکر والحافظون لحدود اللہ،	رکوع و سجود میں مشغول رہتے ہیں، نیک کاموں کا

وبشر المؤمنین۔ (۹-۱۱۳) حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکنے والے ہیں، اور سب آخر یہ کہ اللہ نے جو حدود قائم کر دیے ہیں، ان سب کے محافظ ہیں، تو ایسے مومنوں کو دینا و آخرت کی فتح یابیوں کی خوشخبری سنا دو!!

غیر من در پس ایں پردہ سخن سازے ہست — راز دل ناتواں داشت کہ غمازے ہست
زخم کاریست اصراحی و قدح بر چینید — نیم بسمل شدہ ہوس پروازے ہست
بلبلاں روز گلستاں بہ شبستاں آرند — کہ دریں کنج قفس زمزمہ پردازے ہست
عشق بازیم بہ معشوق مزاجی انداخت — زاں نیازیم کہ باوے سر نازے ہست
گو کہ ایں صف شکناں قصد ضعیفاں نکنند — کہ دریں قافلہ گاہے تگ و اندازے ہست
تو مپندار کہ ایں قصہ بخود میگویم — گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

وے نظیری نرسیدست کہ امروز رود
نغمہ را بود انجام کہ آغازے ہست

ظہر الفساد فی البر والبحر

آج دنیا پھر تاریک ہے۔ وہ روشنی کے لئے پھر تشنہ ہے، وہ پھر سو گئی ہے جس سے بار بار اسے جگایا گیا تھا، اور پھر اسے بھول گئی ہے جسکی تلاش میں بار بار نکلی تھی۔ اسکا وہ پرانا دکھ جسکے علاج کے لئے خدا کے رسولوں نے آہ و زاری کی، اور جسکو چھٹی صدی عیسوی میں اللہ کے ہاتھوں سے آخری مرہم نصیب ہوا، آج پھر تازہ ہو گیا ہے۔

جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی تھی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا تھا، ویسی ہی تاریکی آج تہذیب و تمدن کے نام سے پھیل رہی ہے جبکہ اسلام اپنی غربت اولی میں مبتلا ہے، اگر اس زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی تاریکی بت پرستی تھی تو اسکی جگہ آج ہر طرف نفس پرستی چھا گئی ہے۔ پہلے انسان پتھر کے بتوں کو پوجتا تھا، اب خود اپنے نفس [illegible]

خدا کی پرستش اس وقت بھی نہ تھی اور اسکے پوجنے والے آج بھی نہیں ہیں!

دنیا کی وہ کونسی پرانی بیماری ہے جو آج پھر عود نہیں کر آئی ہے؟ جبکہ وہ بیمار تھی تو کیا اُس کی حالت ایسی ہی نہ تھی جیسی کہ آج ہے؟ پہلے وہ پتھر کی چٹان پر بیماری کی کروٹیں بدلتی ہوگی، اب چاندی اور سونے کے پلنگ پر لیٹ کر کراہتی ہے لیکن بیمار کے بستر کے بدل جانے سے بیمار کی حالت نہیں بدل سکتی۔

جنسی اور نسلی تعصبات کروڑوں طاقتور انسانوں کو اپنا اسلحہ بنائے ہوئے ہیں۔ ضعف اور کمزوری سے بڑھ کر قوموں اور ملکوں کے لیئے کوئی جرم نہیں ہے۔ ہر قوم جو طاقت رکھتی ہے خدا کی تمام دنیا کو صرف اپنے ہی لیئے سمجھتی ہے اور اسکے کمزور بندوں کے لیئے عدالت کے ایک جج کی طرح موت کا فتویٰ صادر کرنے میں بالکل بے باک ہے۔ حق اور عدالت کے الفاظ لفظاً جسقدر زیادہ دہرائے جارہے ہیں، معناً اتنے ہی متروک ہوگئے ہیں اور نوعِ انسانی کی مساوات و امنیت کی حقیقت قوت کے زور اور طاقت کے ادعا سے پامال ہے!

انسان لہو و لعبِ حیات اور غرور و تفاخرِ دنیوی کے نشے سے شاید ہی کبھی اس درجہ بدمست ہوا ہوگا، جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔ اسکی معصیت پرستی قدیمی ہے اور شیطان اسی وقت سے موجود ہے جس وقت سے کہ انسان ہے تاہم معصیت کی حکومت اتنی جابر و قاہر کبھی بھی نہ ہوئی تھی، اور شیطان کا تخت اس عظمت و دبدبے سے کبھی بھی زمین کی سطح پر نہیں بچھایا گیا تھا جیسا کہ اب قائم و مسلط ہے۔

یہ سب کچھ جہالت کے سایہ میں نہیں ہو رہا بلکہ علم و مدنیت کے گھمنڈ میں۔ بیماری وہی ہے جس نے خاک و گرد پر دنیا کو لوٹایا تھا، البتہ اب وہ سنہری پلنگ پر لیٹ گئی ہے اور موتیوں کی مسہری کے پردے چار طرف گرا دیئے گئے ہیں۔

ایسا ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ چشمہ خشک ہوگیا ہے اور وہ نالیاں مٹی سے بھر گئی ہیں

جنکی آبپاشی سے خداپرستی کا چمن شاداب رہتا تھا۔ دنیا کی ہر چیز نمک سے نمکین بنائی جاتی ہے، پر اگر نمک کا مزہ پھیکا ہو جائے تو وہ کس چیز سے نمکین کیا جائے گا؟ (متی - ۵ - ۱۳)

جو قوم تمام دنیا کی اصلاح کے لئے آئی تھی، اگر وہ خود ہی اصلاح کی محتاج ہو جائے تو پھر کون ہے جو دنیا کی اصلاح کریگا؟ خدا ہمیشہ اس کام کے لئے اپنی جماعت دنیا میں بھیجتا ہے اور خدا نے مسلمانوں ہی کو حزب اللہ یعنی اپنی جماعت قرار دیا تھا۔ پھر اگر وہی حزب الشیاطین کا ساتھ دینے لگیں تو اللہ کے پاس جانے والے کن کو ڈھونڈھیں؟

پس آج وقت آگیا ہے کہ اسلام پھر ایک مرتبہ اپنے اُس فرض کو دُہرائے جو وہ ایک بار انجام دیچکا ہے، اور مسلمان اپنی اصلاح خود اپنے لئے نہیں، بلکہ دوسروں کے لئے کریں، تاکہ اُن کی درستگی سے تمام عالم درست ہو، اور چشمے کی روانی سے تمام کھیت سرسبز ہو جائے۔

اسلام کا مشن ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ دنیا جسقدر اسکی تعلیم کی اُس وقت محتاج تھی، جبکہ چھٹی صدی عیسوی میں اُس نے جزیرہ نمائے عرب سے اپنی صورت دکھلائی تھی، اس سے کہیں زیادہ آج بھی اُسکے کاموں کی محتاج ہے۔ اسکو اپنے امن و نظام کیلئے، اپنی عدالت و صداقت کے قیام کے لئے، اپنی سفاکیوں اور بے رحمیوں کے ازالے کیلئے، اپنی صلح عام اور امنیت عمومی کے ظہور کے لئے، اصلاح انسانیت اور سقیمۂ سبعیت و بہیمیت کے لئے، اور سب سے آخر یہ کہ خدا کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو پھر جوڑنے کیلئے صرف اسلام ہی کی ضرورت ہے اور صرف اسلام کی۔ اسلام کے فرزند خود اسلام سے بے نیاز ہو گئے ہوں مگر دنیا ابھی بے نیاز نہیں ہو سکتی!

امّۃً وسطاً

لیکن جو آتشدان خود آگ سے خالی ہو گا، وہ کمرے کو گرم نہیں کر سکتا۔ اسکے لئے

ضروری ہے کہ مسلمان سب سے پہلے خود اپنے اندر تبدیلی کریں کیونکہ انکی تبدیلی پر تمام عالم کی تبدیلی موقوف ہے۔

اسکے لئے رسمی انجمنوں کا قائم کرنا بیکار ہوگا اور روپیہ کی فراہمی سے دلوں کی جمعیت ممکن نہیں۔ اسکے لئے وہ تمام طریقے بھی بیکار ہونگے، جن کا بلند سے بلند نمونہ آجکل کے کام پیش کرسکتے ہیں۔ عمدہ مقاصد کے اعلان سے عمدہ نتائج نہیں حاصل ہوجاتے۔ اگر صرف مفید تعلیمات و مواعظ کا دُہرا دینا ہی کسی قوم میں تبدیلی پیدا کرسکتا ہے تو یہ پیشتر ہی سے اسقدر موجود ہے کہ اب اسکے لئے کسی نئی جماعت کی ضرورت نہیں۔ اصول معلوم ہیں اور تعلیمات چھپے ہوئے راز نہیں ہیں۔ ضرورت صرف اسکی ہے کہ انہی اصولوں اور تعلیموں کے ماتحت اعمال و افعال کے اندر تبدیلی پیدا ہو۔

اِذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا

اسکا وسیلہ ایک ہی ہے جیسا کہ ہمیشہ رہا ہے یعنی ضرورت ہے کہ جس کو دنیا نے ہمیشہ ڈھونڈھا ہے، اسی کی تلاش و جستجو میں آج پھر نکلے، جس پانی کے لئے وہ ہمیشہ پیاسی ہوئی ہے اسی کے لئے پھر آوارہ گردی کرے، جس مقصود کی تڑپ میں ہمیشہ مضطر رہی ہے، اسی کو پھر پکارے یعنی عشاق الٰہی کی ایک ایسی جماعت اکٹھی ہو، جو صرف خدا کے لئے ہو اور انسانوں میں رہ کر اپنے تئیں انسانوں سے الگ کرلے کہ:

ترک ہمہ گیر و آشنائے ہمہ باش!

باوجود اعلان ختم سخن، ۱۹ ذی الحجہ کی اشاعت میں میں نے صحبتوں کی بہت سی باتیں دُہرائیں اور بہت سی نئی باتیں بھی کہیں۔ یہ اسلئے تھا تاکہ اس نقطہ کار کو ذہن نشین کرسکوں کہ جب تک اصلاح عالم کیلئے ... کے ماتحت ... جماعت پیدا نہ کرینگے، جو دنیا میں ہمیشہ تاریکیوں اور گمراہیوں کے انتہائی دوروں

ظاہر ہوئے ہیں، اور جب تک ہماری کوششیں انسانی جماعتوں اور انجمن آرائیوں کی جگہ خدا کے رسولوں اور نبیوں کے اعمال سے نسبت پیدا نہ کریں گی، اُس وقت تک ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ نہ ہمارا وجود خود اپنے لئے مفید ہو سکتا ہے، نہ دنیا کے لئے۔

اب غور کرو کہ پچھلی صحبتوں میں میں کن کن امور کی طرف اشارہ کر چکا ہوں؟ میں نے کہا کہ دنیا نے اپنے ہر اصلاح و دعوت کے دور میں ایک ہی حقیقت کو ڈھونڈھا ہے، پس میں کہتا ہوں کہ آج بھی اُسی کو ڈھونڈھو۔ میں نے کہا کہ اس تلاش و جستجو کی آخری پکار وہ تھی جو داعی اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے دنیا کی آخری فراموشی و غفلت کے وقت بلند کی، پس میں کہتا ہوں کہ آج بھی اُسی صدا کو بلند کرو۔ میں نے کہا کہ اصلاح و دعوت کی پہلی بنیاد جماعت اور اسکا عملی نمونہ ہے، پس میں کہتا ہوں کہ "جماعت" اور "نمونہ" کے سوا کوئی شے مطلوب نہیں۔ میں نے کہا کہ اسلام نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت پیدا کی جسکا ہر فرد اپنے اندر دعوت اسلامی کا ایک عملی نمونہ رکھتا تھا اور وہی نمونہ تھا جسکا ایک ہی نظارہ ملکوں اور اقلیموں کی فتح و تسخیر کے لئے کافی تھا، پس میں [illegible] آنکھ رکھتے ہیں، اور جنکی آنکھیں اشکبار ہو [illegible] جنکے دل غم سے کباب ہوتا جانتے ہیں [illegible] گڑگڑا کے یہی کہتا ہوں کہ اپنے اندر نمونہ پیدا کرو۔

ہاں میں نے کہا تھا کہ انسانی دلوں کی تبدیلی، انسانی صداؤں سے نہیں ہو سکتی، اسکے لئے ضرورت ہے کہ اپنی زبان کے اندر سے خدا کی آواز بلند کرو، لیکن خدا کو تم کیونکر پاؤ گے جبکہ اُس قدوس و قدیم کے لئے تمہارے پاس گھر ہی نہیں ہے؟ اُس محبوب مطلوب کو کہاں بٹھاؤ گے جبکہ تمہارے پہلوؤں میں اسکے بسنے کے لئے کوئی اجڑا ہوا دل ہی نہیں ہے؟

معمورۂ دلے اگرت ہست باز گوئے ... کیں جا سخن بہ ملک فریدوں نمی رود

اسکے قدوم حسن سے صرف وہی دل رونق پا سکتے ہیں جو اسکی محبت میں ویران ہو چکے ہیں، مگر محبت کا اولین ثبوت محبوب کی اطاعت اور خود فروشانہ بندگی ہے۔

ان المحب لمن یحب یطیع !

حزبُ اللہ

پس اُن تمام راستباز روحوں کے لئے جو دینِ الٰہی کی غربت پر کڑھتی اور روتی ہیں، اُن تمام مؤمن و مُسلم دلوں کے لئے جو حق کی مظلومی اور امنیت و عدالت کی بے بسی کو دیکھکر غمگین ہیں، اور اُن تمام خدا پرست انسانوں کے لئے جو اپنے خدا کو چھوڑنا اور اُس سے اپنا رشتہ منقطع کرنا نہیں چاہتے؛ "حزب اللہ" کی دعوت ایک پیامِ الٰہی ہے، جو خدا کے برگزیدہ رسولوں اور انکے متبعین و رفقا کے سلسلوں کے ماتحت چاہتی ہے کہ راستبازی اور صداقت العلمی کے ساتھ، مؤمنین مخلصین اور مسلمین قانتین کی ایک جماعت پیدا ہو، جو اپنے تئیں "حزب اللہ" یعنی مؤمنین صادقین کہلانے کی اہل و مستحق ثابت کرے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر خدا اُسے اپنے کاموں کے لئے اُسی طرح چن لیگا، جیسا کہ ہمیشہ اُس نے چنا ہے، اور اُسے وہ نسبت نبوت و صدیقیت حاصل ہو جائیگی جو مامورینِ الٰہی کے متبعین کو فنا در اتباع و اطاعت کے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے، اور جسکو لسانِ الٰہی نے مقام "معیت" سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں جا بجا کہا گیا:-

(۱) محمد رسول اللہ، والذین "معہ"

(۲) قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین "معہ"

(۳) من یطع اللہ والرسول، فاولئک "مع" الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین، وحسن اولئک رفیقا۔

(۴) کونوا "مع" الصادقین

پس جیسا کہ تیسری آیت سے ظاہر ہے، جو لوگ جماعت (الذین انعم اللہ علیھم) کی اطاعت وہ شامل ہو سکے یعنی انبیا و شہدا اور صدیقین و صالحین کے مقامات الٰہیہ سے بہرہ

"معیت" حاصل کرلینگے، وہ اُن تمام انوار الٰہیہ اور برکات ربانیہ کا مورد و مہبط ہونگے، جو انبیاؤ صدیقین کے لئے مخصوص ہیں، اور منجملہ اُن برکات نبوت کے ایک بہت بڑی برکت دعوت و اصلاح کی فتح مندی اور تغیرات ممالک و امم ہے۔

امتوں کی اصلاح کرنا، خدا سے اسکے غافل بندوں کو ملادینا، اعتقاد و اعمال کے عالم کو یکسر پلٹ دینا، نئی قوموں اور نئی جماعتوں کو پیدا کردینا، پھر نتیجہ کی ناکامی سے بے خطر، اور تمام قوائے مادیہ و دنیویہ کے حملوں سے بے پروا رہنا، اور اسی طرح کی وہ تمام باتیں جو دلوں اور روحوں کی سرزمینوں میں انقلاب و تغیر پیدا کردیتی ہیں، وہ سب کے سب صرف خدا کے رسولوں اور اسکے بھیجے ہوئے ربانی مصلحین ہی کے کام ہیں۔ محض انسانی دماغ سے اُٹھے ہوئے جوش اور انسان کے گڑھے ہوئے چند جماعتی ڈھکوسلے خدا کے ان کاموں کو انجام نہیں دیسکتے۔ اگر ایسا ہو تو دنیا سے امان اُٹھ جائے اور ہر انسان دلوں کا مالک اور ہر ارادہ قوموں کا تسخیر کنندہ بن جائے۔

شروط کار

لیکن ایسا ہونے کے لئے ضرور ہے کہ کامل خلوص اور سچی قربانی کے ساتھ خدا کے چند مخلص بندے اسکے نام پر اپنے تئیں عام لوگوں سے الگ کرلیں، اور خدا اور اسکے سچے مؤمنوں میں عہد و میثاق اسلام کی ایک مرتبہ پھر تجدید ہوجائے۔ وہ گو ابھی عمل میں ناقص ہوں لیکن ضرور ہے کہ تلاش و تشنگی میں پکے ہوں، اور گو اسکی راہ میں قدم نہ اُٹھا سکے ہوں پر اسکی یاد میں ضرور غمگین ہوں۔ کچھ ضرور نہیں کہ انکی تعداد زیادہ ہو۔ کیونکہ دنیا میں تعداد نہیں بلکہ ہمیشہ تنہا صداقت کام کرتی رہتی ہے، اور ایک ہی سچے موتی کا ہار [illegible] اس سے بہتر ہے کہ کانچ کے چمکیلے ٹکڑوں کا پورا ہار بنایا جائے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ جاہ و حشمت کے مالک اور بڑے بڑے مکانوں میں رہنے والے اول

قیمتی پوشاکوں سے حسین و شاندار ہوں۔ کیونکہ صداقت کا گھر ہمیشہ سے خاک و گرد ہی میں رہا ہے اور جہاں ویران دل مطلوب ہوں، وہاں آباد و پر رونق جسموں کی ضرورت نہیں۔

ہاں وہ جماعت خواہ تعداد میں کتنی ہی قلیل و اقل، اور عزت و شوکت دنیوی کے اعتبار سے کیسی ہی ذلیل و اذل ہو، پر ضرور ہے کہ اسکا ظاہر جتنا حقیر ہو، اتنا ہی اس کا باطن عزیز و جلیل ہو۔ اسکے چہرے گرد فلاکت سے سیاہ، پر دل نور صداقت و حق پرستی سے تابندہ و درخشاں ہوں۔ اسکے جسم پر پھٹے ہوئے کپڑے ہوں مگر دوش ہمت پر تاج و تخت حکومت کی مکلل چادروں سے بھی بڑھ کر قیمتی ردائیں پڑی ہوں۔ وہ پہاڑوں کی چٹانوں سے بڑھ کر محکم ارادہ، اور لوہے کے ستونوں سے زیادہ مضبوط ہمت لیکر اُٹھے، اور یک دفعہ و بہ یک دم، محسوس کرے کہ اسکے پاس زندگی کی قوتوں میں سے جو کچھ تھا، وہ اب اسکا نہ رہا بلکہ اسلام اور خدائے اسلام کے سپرد ہو گیا۔ اُسکی جان جو اُسے اتنی محبوب ہے کہ اگر ایک ہزار برس تک بھی چھوڑ دی جائے جب بھی اُسکا جی نہ بھرے، وہ سمجھے کہ اب ایک لمحہ اور ایک لمحہ کے دسویں حصے کے لئے بھی اُسے محبوب نہ رہی۔ وہ مال و دولت جسکے ایک حقیر سے حقیر حصے کی حفاظت کے لئے وہ بسا اوقات اپنی جان جیسی محبوب شے کی بھی پروا نہیں کرتا، خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ اگر راہِ حق میں اسے لٹانے کی ضرورت پیش آجائے تو خاک کے ڈھیر اور کوڑا کرکٹ کے انبار میں اور اسمیں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ اہل و عیال، عزیز و اقارب، جن کی محبت کی زنجیریں اسکی رگِ جاں سے بندھی ہوئی ہیں، خود اُسکا دل اندر سے پکار اُٹھے کہ راہِ حق میں انکی بندش کچے تاگے کی قوت سے بھی کمزور ہے۔ اگر خدا تک پہنچنے کے لئے ان کو توڑنا ضروری ہو تو ایک ہی جھٹکے میں پارہ پارہ ہو سکتی ہیں:۔

آنکس کہ ترا بخواست، جاں راچہ کند؟ فرزند و عیال و خان و ماں راچہ کند؟

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی، دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند؟

قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ، واللہ لا یھدی القوم الفاسقین (۹-۲۴)

"اگر تمھارے باپ، تمھارے فرزند، تمھارے بھائی، تمھاری بیویاں، تمھارا خاندان، تمھاری وہ دولت جو تم نے کمائی ہے، وہ کاروبار دنیوی جسکے نقصان کا تمھیں ہر وقت اندیشہ لگا رہتا ہے، وہ مکان و جائداد جو تمھیں نہایت محبوب ہیں، غرضکہ یہ تمام چیزیں اگر تمھیں اللہ اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں صرف قوت کرنے سے زیادہ محبوب و عزیز ہوں تو پھر خدا کی راہ سے ہٹ جاؤ، یہانتک کہ اُسے جو کچھ کرنا ہے کر گذرے وہ اپنے کاموں کے لئے تمھارا محتاج نہیں ہے اور اُسکی ہدایت ان کے لئے نہیں ہے جنکے اندر ایمان کے ایثار و قربانی کی جگہ، فسق کی نفس پرستی بھری ہوئی ہے"

پس اگر یہ سب کچھ تم کر سکے اور خدا کی راہ میں قربانی کے اُس جانور کی طرح زمین پر گر گئے، جسکے لئے چھری تیز کیجا رہی ہو، تو میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ اس آسمان کے نیچے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو خدا کی راہ میں قربان ہونے والوں کے حکم سے باہر ہو۔ جن چیزوں کی آرزو میں تم کڑھتے ہو مگر تمھیں نہیں ملیں، جس عنقائے حریت کی تلاش میں تم سرگرداں ہو مگر ہاتھ نہیں آتا، جن مصائب قومی اور فلاکت ملی کے دور کرنے کے لئے آہ و واویلا مچاتے ہو مگر جسقدر اسکی گرہیں کھولنا چاہتے ہو، اُتنی ہی وہ اور سخت ہوتی جاتی ہیں، یہ سب چیزیں خود بخود تمھارے پاس آ جائینگی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان زخارف کی کیا ہستی ہے؟ وہ مقصود و مطلوب اعلیٰ، جو تمھاری ہستی کا اصلی نصب العین ہے مگر جسے تم بھولے ہوئے ہو، وہ بھی تمھیں خود ڈھونڈیگا تا تمھارے سامنے نمایاں ہو، اور تمھاری امانت تمھارے سپرد کر دے۔

پھر تمھاری دعوت ایک تیر ہوگی جو دلوں کو نخچیر کئے بغیر نہ رہیگی۔ تمھاری ایک گردش چشم ہزاروں دلوں کو منقلب کر دیگی۔ تمھارے ایک اشارہ ابرو پر لاکھوں روحیں زمین پر لوٹتی اور خاک

پر تڑپتی ہوئی تمھارے پیچھے روانہ ہو جائینگی۔ تمھاری زبان سے جو کچھ نکلیگا، اللہ کے فرشتے اُسے اپنے نورانی پروں پر اُٹھا لینگے اور تم جب کبھی پکاروگے تو اثر و قبول کی ارواح سماویہ تمھاری صداؤں کو اپنی آغوش میں لے لیں گی تا ولوں کی جگہ زمین پر گر کر ضائع نہوں۔ اگر زمین کے بسنے والے تمھارا ساتھ دیتے سے انکار کر دینگے تو یقین کرو کہ خدا اپنے ملائکہ مسومین اور کروبیان مقربین کو اُتاریگا تا وہ تمھارے پیچھے پیچھے چلیں۔ اور اگر انسانوں کے دل تمھاری صداقت اور حقانیت سے انکار کرینگے تو ہوا کے پرندوں، دریاؤں کی موجوں، پہاڑوں کی چوٹیوں اور درختوں کی ڈالیوں کو حکم دیگا کہ تمھاری سچائی اور راستبازی پر گواہی دیں۔ اور میں تم سے سچ آسمانوں اور زمینوں کے مالک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح مجھے اپنے وجود کا یقین ہے، بالکل اسی طرح اسکا بھی یقین ہے کہ حق اور راستبازی میں وہ قوت ہے کہ اگر وہ چاہے تو پہاڑوں تو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دے اور سمندروں کی موجوں پر اپنا تخت بچھا دے۔

عزیزان ملت! جبکہ تمھارے اعمال کے اندر قرآن کی روح جاری و ساری ہو جائیگی، تو پھر تم خدا کے کلام کے حامل ہو گے اور خدا کا کلام بہت سے انسانی دلوں کو جو گوشت کے ریشوں سے بنے ہیں، نرم نہ کر سکے، مگر پہاڑوں کی چٹانوں کو تو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔

لو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ، وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون (۵۹-۲۱)

"اگر ہم نے قرآن کو کسی عظیم الشان پہاڑ پر نازل کیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ یہ پتھر کا وجود بھی خوف الٰہی سے اللہ کے آگے جھک جاتا اور اسکا سینہ شق ہو گیا ہوتا (پر افسوس کہ انسان سنتا ہے مگر سرکشی سے باز نہیں آتا) اور یہ تمثیلیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ سوچیں اور غفلت سے باز آئیں!!"

اس میں شک نہیں کہ میری تمہید طویل، اور انتظار کار کار ثانہ منتظروں پر شدید تھا، تاہم میری طبیعت کسی طرح راضی نہیں ہوتی تھی کہ اپنے دل کی تمام آرزؤں کو ظاہر کئے بغیر کسی کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دوں۔ پھر یہ بھی تھا کہ اسی ضمن میں ارادوں کا استقلال اور طلب کی

صداقت کے لئے بھی ایک ابتدائی آزمائش تھی کہ جو لوگ چند دنوں تک سماع مطلب کا انتظار نہیں کر سکتے، وہ آگے چل کر خطرات سفر کے لئے کیونکر مستعد ہو سکتے ہیں؟

لیکن اب کہ میں اپنی تمہید ختم کر چکا ہوں اور میری آرزوئیں بے نقاب اور میری خواہش غیر مستور ہے، تو ہر شخص کو موقعہ حاصل ہے کہ اپنے دل سے پوری طرح سوال و جواب کر لے اور کل کے لئے کوئی بات سوچنے اور سمجھنے کی اُٹھا نہ رکھے۔ اس سفر کا ارادہ خدا نے میرے دل میں ڈالدیا ہے اور اگر پانی میرے پاس نہیں ہے تو الحمد للہ کہ اپنی پیاس کی طرف سے تو مطمئن ہو گیا ہوں۔ میں اٹھا ہوں اور اب چلونگا۔ میرا چلنا اٹل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حرکت مقدر ہو چکی ہے۔ میرے پاؤں میں سب سے زیادہ بوجھل زنجیر اپنے نفس اور اسکی ہوا پرستی کی ہے جسکے ولولوں اور چھپی ہوئی معصیت پرستیوں کے طوفانوں میں ہمیشہ موجیں اُٹھتی رہتی ہیں، اور میرے ارادے کو تہ و بالا کر دینا چاہتی ہیں:۔

صد دید باں اگرچہ بہر سو گماشتیم

اسکے بعد اپنے وجود سے باہر نفس انسانی کے فتنہ ہائے ابلیسی کے بند و علائق ہیں، جو گو بہت سے ٹوٹ چکے ہیں لیکن جتنے باقی ہیں، وہ بھی کم نہیں اور ایسے سخت ہیں کہ بعض اوقات اُنکیں توڑنے کی کوشش کرتے کرتے تھک جاتا ہوں اور قریب ہوتا ہے کہ میری انگلیوں سے خون بہنے لگے:۔

ہزار رخنہ بدامم و صراہ سادہ دلی تمام عمر در اندیشۂ رہائی رفت

انما اموالکم و اولادکم فتنۃ واللہ عندہ اجر عظیم (۸ - ۲۹)

میں اس راہ کی سختیوں سے بے خبر نہیں ہوں، لیکن انکی سختیوں ہی کے اندر اپنے نام کی پکار بھی پاتا ہوں۔ بارہا ایسا ہوا کہ نفس کی شرارتوں نے کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور دل کی غفلت نے خوب شور مچایا، تاکہ اس آواز کو نہ سُن سکوں اور اسکی طرف سے غافل ہو جاؤں۔ ایسا بھی ہوا کہ دن پہ دن اور راتوں پہ راتیں اسی کشمکش میں گذر گئیں اور مدتیں

افسردہ ولولہ ہائے معصیت یکایک زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھے، تاہم یہ وقت بھی گذر گیا۔ دل پر کان لگا کر غور کیا تو بند ہونے پر بھی ایک صدا تھی، جو اسکے اندر گونج رہی تھی:-

تو مپندار کہ ایں زمزمہ بے چیزے ہست   گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

میں درمیان میں اپنی پکار بلند کر کے پھر چپ ہو گیا تھا، کیونکہ جب میں نے اپنی جانب دیکھا تو معلوم ہوا کہ ابھی چند دنوں اور اپنی آزمائش کی ضرورت باقی ہے۔ اس راہ میں دعوت دینے کے لئے مقدم شرط یہ تھی کہ میں خود بھی اس طرح طیار اور آمادہ ہو بیٹھوں کہ جس دن آغاز سفر کا اعلان کروں اُس دن سب سے پہلے خود اپنے پاؤں کو تمام زنجیروں سے خالی دیکھوں۔ پس میں اپنی فکروں میں غرق ہو گیا اور جس قدر زمانہ توقف کا خدا کو منظور رہا، اس عالم میں بسر ہو گیا۔ لیکن مجھے نظر آیا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ پانی اتنے اونچے تک پہنچ گیا ہے کہ اب دریا سے بھاگنا محال ہے، اور قریب ہے کہ مدّت کے بھاگے ہوئے غلام کے پاؤں میں آخری مرتبہ ایک ایسی بوجھل زنجیر ڈال دی جائے کہ پھر کبھی اسکے پاؤں اس چوکھٹ سے باہر نہ نکل سکیں:-

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد   کہ بستگانِ کمندِ تو رستگارانند!

الحمدللہ کہ اللہ کی توفیق رفیق نے مجھے نہ چھوڑا اور جنکو وہ چھوڑ دے تو اسکی دنیا میں کون ہے جو انھیں پناہ دے سکتا ہے؟

تو گر برہم زنی سودائے دل، بارے زیاں داری   مرا سرمایۂ دنیا و دیں تا بود می گردد

میں اب بہمہ وجوہ مستعد سفر ہوں اور ہمراہان سفر کے لئے صلائے عام ہے:-

مردانہ تماشائے کن، دستے بدو عالم زن   قصدے کہ تہی برہ، نقشے کہ زنی کم زن
ہر دم چو فلک لعبت، از پردہ بروں آرد   ایں شعبدہ یکسو نہ، ویں معرکہ برہم زن
گر مہر نہی بر دل، از شوق بپاپے نہ!   در قفل زنی بر لب، از رطل دمادم زن
تو بہر چہ خاموشی؟ کہ عقل نشیند پیشی؟   من پاس نگہ دارم، خواہی تو دم عشق زن
ایماں ز تن خیزد، وز ہر چہ بشنک یابی   در آتش حرماں بیں، یا بر محک تن زن

بینائی جاں خواہی، شمشیر بتارک زن   آگاہی دل جوئی، الماس بہ مرہم زن

مؤمن نتواں گفتن، عاشق کہ مجاہد نیست!

رو بوسہ چو سربازاں، بر طرۂ پرخم زن

طریق کار و آغاز عمل

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ، وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا

یہ جماعۃ "حزب اللہ" کے نام سے موسوم ہوگی کہ خداتعالیٰ نے مؤمنین مخلصین کو اسی لقب سے ملقب فرمایا ہے:- الا ان حزب اللہ ھم الغالبون۔

مقصد وحید

اتباع اُسوۂ حسنۂ ابراہیمی و محمدی علیہما الصلوٰۃ والسلام

بحکم

(۱) لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ

(۲) قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ

دستور العمل

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ

وبشر المؤمنین (۹-۱۱۳)

خداتعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں آٹھ وصفوں کو بیان کیا ہے جو مؤمنوں میں ہونی چاہئیں، یا آٹھ قسم کے درجوں کو بیان کیا ہے جن میں سے ہر درجہ پچھلے سے اعلیٰ و اکمل ہے اور یہی اس جماعت کا دستور العمل اور طریق کار ہوگا:-

(۱) "التائبون" اصلاح وتزکیۂ نفس کا اولیں مرتبہ توبہ وانابت ہے، یعنی بندے کا اپنے اعتقاد واعمال کی تمام گمراہیوں اور غفلتوں سے کنارہ کشی کرنا اور اللہ کے حضور عہد واثق کرنا کہ وہ آئندہ اسکی مرضیات کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیگا۔

(۲) "العابدون" وہ جو مقام انابت کے بعد مقام عبادت تک مرتفع ہوئے۔ مقام توبہ انابت گذشتہ کا ترک تھا، عبادت حال ومستقبل کا عمل ہے۔

(۳) "الحامدون" وہ لوگ جو دنیا میں انسانی اعمال کی مدح وثنا، اور اغراض ومقاصد نفسانیہ کے نعرہ زنی کی جگہ، خدائے قدوس کی حمد وثنا کی پکار بلند کریں، اور جو توفیق الٰہی سے اس انقلاب کا وسیلہ ہیں کہ دنیا مادہ پرستی کے شور سے نجات پاکر حمد الٰہی کے ترانوں سے معمور ہوجائے۔

(۴) "السائحون" یعنی وہ لوگ جو حق اور صداقت کی راہ میں اپنے گھر اور وطن کے قیام کو ترک کر کے، فرزند وعیال اور دوست واحباب کی الفت سے بے پروا ہو کے، اور سفر کی تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کو خوشی خوشی جھیل کر نکلیں، اور خدا اور اسکی صداقت کے عشق میں شہر بشہر، کوچہ بکوچہ گشت لگائیں۔ خدا کی دعوت کی صدا انکی زبانوں پر ہو، اور ہدایت الٰہی کی امانت دلوں میں، وہ اُن دیوانوں کی طرح جو فراق محبوب میں جنگلوں کی خاک چھانتا، اور آبادیوں اور ان کی سڑکوں پر مارا مارا پھرتا ہے، ہر جگہ پھریں، اور اُس بھکاری فقیر کی طرح جو ایک ایک دروازے پر صدا لگاتا، اور ہر شخص کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے، دُنیا کے ہر گوشہ میں پہنچیں۔ کہیں ہدایت کی صدا لگائیں، تو کہیں سچے دلوں کا سوال کریں جس شخص کی جیب کو وزنی اور دل کو فیاض پائیں، اُسکے دروازے کا پتھر بن کر جم جائیں۔ اگر وہ دعاؤں سے خوش ہو تو دعائیں دیں، اگر دل کا نرم ہو تو فقیرانہ صدائیں سُنائیں، اگر دردمند ہو تو عاجزی کی صورت بنا کر منتیں کریں۔ غرضکہ جب تک اپنے شکار کو قابو میں نہ کرلیں، اسکے دروازے سے نہ ٹلیں۔

پھر سفر کی مختلف صورتیں اور مختلف مراتب ہیں اور لسان الٰہی نے "سائح" کا

لفظ استعمال فرمایا کہ سب پر حاوی ہے۔میں کہتا ہوں کہ نیک نیتی کے ساتھ جو تاجر غیر ممالک کا سفر تجارت کے لیے کرے، جسکو قرآن کریم نے اللہ کے فضل سے جابجا تعبیر کیا ہے، یا علوم مفیدہ و فنون نافعہ کی تحصیل کے لیے اپنا گھر چھوڑے، جسکو خدا نے کشتیہ تبلایا ہے، یا اسی طرح کوئی دوسرا مقصد اُن اغراض میں سے ہو، جنکو دوسری قومیں سیاحت و تمدن وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتی ہیں، تو وہ تمام صورتیں بھی اس وصف ایمان و اسلام میں داخل ہیں، اور اس طرح کا سفر کرنے والا بھی مرتبہ "سائحون" سے فائز، نیز اسکے تمام برکات سے بہرہ اندوز ہے۔ انشاء اللہ جب اس آیہ کریمہ و عظیمہ کی تشریح پہ ضمن مقاصد "حزب اللہ" کرونگا، تو یہ تمام باتیں اپنے ادلہ و براہین کے ساتھ زیب افروز ہونگی۔ نیز بعض ایسے معارف و حکم قرآنیہ بھی سامنے آئینگے جن پر ابتک بہت کم تدبر و تفکر کیا گیا ہے۔

(۵) "الراکعون" بظاہر "الراکعون" اور اسکے بعد کا وصف "الساجدون" ایک ہی چیز یعنی نماز کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں پہلے رکوع ہے اور پھر سجود، لیکن دراصل یہ دو علیحدہ علیحدہ وصف یا دو علیحدہ علیحدہ مرتبوں کی جماعتوں کا بیان ہے، جن میں پہلا وصف مرتبہ رکوع ہے، دوسرا سجود۔

مقصود دونوں سے وہ مقام ہے، جبکہ انسان اپنی روح و دل اور اپنے تمام قویٰ اور اپنے تمام جذبات اور تمام خواہشوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے اور وہ سر جسے اُسنے بلند کیا ہے، اسکی ہر مخلوق کے آگے بلند ہوکر بالآخر اُس کے آگے گرا دیا جاتا ہے۔ فی الحقیقت لفظ "اسلام" کی حقیقت اور مقام "تسلیم" کا مقصود اصلی بھی یہی مقام ہے۔ وقال فی ہذا المقام:

ایں جملہ کتابہا کہ در بر داری	سودے نکند چو نفس کافر داری
سر را بہ زمیں نہی تو در وقت نماز	آں را بہ زمیں بنہ کہ در سر داری

لیکن اس حالات کے دو درجے ہیں:۔ ایک مرتبۂ رکوع ہے اور ایک مرتبۂ سجود نماز میں مصلی پہلے رکوع میں جاتا ہے۔ اسکے بعد سجدے میں گرتا ہے۔ پس "الراکعون" سے مقصود وہ لوگ ہیں جو اس حالت کے پہلے درجے تک پہنچ گئے ہیں، اور اس بے نیاز و کبریا کے سامنے انھوں نے اپنی روح و دل کو یکسر جھکا دیا ہے۔

(۲) "الساجدون" یہ دوسرا مرتبہ ہے۔ رکوع صرف جھکنا تھا مگر سجود جھکتے جھکتے اس قدر جھک جانا کہ بے اختیار و مضطر ہو کر زمین پر گر پڑنا اور پیشانی کو گرد خاک مذلت سے آلودہ کر دینا۔ یہ انکسار عبودیت کا انتہائی مرتبہ ہے، اور اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ اپنے سر کو نہ صرف اللہ کے آگے جھکا ہی دے، بلکہ دائمی طور پر اسکے سامنے زمین پر رکھدے اور اسے سپرد کر دے۔ سید الطائفہ بغدادی سے کسی نے پوچھا تھا:۔ نماز میں سجدے کے شرائط کیا کیا ہیں؟ فرمایا کہ تمھارے لئے تو یہ کہ پیشانی اور ناک زمین سے مس ہو، اور ہمارے لئے یہ کہ جب ایک بار سجدے میں سر گر جائے تو پھر دوبارہ زمین سے نہ اٹھے وللہ در ما قال:۔

در سجدہ کہ تن ز سر می شود جدا — در کشور وفا گنہش نام کردہ اند
یارب ز سیل حادثہ طوفاں رسیدہ باد — بت خانہ کہ خانقش نام کردہ اند

پھر نظر حقیقت شناس کو بلند تر کیجئے تو اسی مقام سے وہ مرتبۂ فنا رنفس انسانی مراد ہے، جسکو صوفیا کرام اپنی اصطلاح میں "مقام استہلاک کلی" اور "جمع الجمع" سے تعبیر کرتے ہیں، اور اگر زبان اہل محبت میں کہئے تو وجود انسانی کا یہی سجدہ ہے جسکی پیشانی زمین پر گرنے سے پہلے تو طلب عشق ہوتی ہے، پھر جب اٹھتی ہے تو عشق کی جگہ خود حسن کی جلوہ گاہ بن جاتی ہے:۔

بیرون عشق و عاشق و معشوق ہیچ نیست
ویں ہر دو اسم مشتق ازاں مصدر آمدہ

(۷) "الآمرون بالمعروف والناہون عن المنکر" اللہ اکبر! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا درجۂ عالیہ کہ ان تمام اوصاف عظیمہ کے بعد اسکا ذکر کیا گیا اور فرمایا کہ وہ لوگ جو حق کا اعلان کرتے، صداقت کا حکم دیتے، اور راستبازی و عدالت کی طرف بلاتے ہیں اور چونکہ نیکی کی دعوت، بدی کی مخالفت کے بغیر ممکن نہیں، اسلئے ساتھ ہی اسکا بھی ذکر کیا اور کہا کہ نیز وہ فرزندان حق جو برائیوں سے روکتے اور خدا کی زمین کو نفس و شیطان کی پھیلائی ہوئی ضلالت سے بچاتے ہیں۔

فی الحقیقت یہ مرتبہ اسلام و ایمان کا اعلیٰ ترین درجۂ اختصاص اور مخصوص ترین اعمال نبوت و صدیقیت میں سے ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی وصف نہیں جو اسلام کی پوری حقیقت اپنے اندر رکھتا ہو۔ یہی وہ عمل الٰہی ہے جسکا انجام دینے والا زمینوں اور آسمانوں میں خدا کا دوست پکارا جاتا ہے اور اسکے اعمال کے اندر نبیوں اور رسولوں کی نسبت متحقق ہو جاتی ہے۔ جو گروہ یا جو فرد آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہوگا وہ گویا آدم و نوح اور ابراہیم و موسٰی (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کا دنیا میں جانشین ہوگا۔

الحمد للہ کہ اس مقام کی تشریح و تفصیل اور اعلان و دعوت کی توفیق مقدس اس فقیر کو خصوصیت کے ساتھ بکرات و مرات مرحمت ہوئی، اور اسکے فضل ذرہ نواز سے امید ہے کہ باب توفیق ہمیشہ باز و مفتوح رہیگا۔

(۸) "والحافظون لحدود اللہ" یہ ان اوصاف الٰہیہ کا آخری مرتبہ اور اس زنجیر صفات ایمانیہ کی آخری کڑی ہے۔ یہ انتہائی وصف ہے جو ان صفات سبعۂ ایمانیہ کے بعد مؤمنوں کو حاصل ہوتا ہے۔ یا مؤمنین مخلصین کی وہ منتہائے درجہ رفیع و جلیل جماعت ہے جو ارتقاء ایمانی کی آخری منزل تک پہنچ جاتی ہے، اور پھر خدا تعالیٰ سچ مچ اس دنیا میں اسے اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنا دیتا ہے۔ فبی یسمع وبی یبصر، ولا ینظر الا

بنورہ: ولا یتکلم الا بلسانہ:-

چشم و گوش و دست و پایم او گرفت — من بدر رفتم، سرایم او گرفت

"حافظین لحدود اللہ" سے مقصود وہ جماعت ہے جو دنیا میں شریعت حقہ الٰہیہ کے قیام اور عدل و امنیت کے نظام کی ذمہ دار ہوتی ہے، اور جو حدود و قوانین خدا تعالیٰ نے قوام عالم، و امن انسانیت، و نظام مدنیت صالحہ، و حفظ حقوق اقوام و ملل کے لئے قائم کر دئیے ہیں، ایک با اختیار سلطان اور ایک مسئول والی ملک کی طرح انکی محافظت کرتی ہے۔ یہی حدود اللہ فی الحقیقت تمام شرائع الٰہیہ کا مقصود حقیقی اور تمام مامورین و مرسلین اور مصلحین کی دعوت کا ماحصل ہیں، اور یہی حدود ہیں جنکو لسان اللہ نے کہیں دین قیم، کہیں دین حنیف، کہیں صراط مستقیم کہیں فطرۃ اللہ، کہیں سنۃ اللہ اور پھر کہیں "اسلام" کے نام سے تعبیر کیا ہے خدا تعالیٰ ہمیشہ اس خدمت کے لئے اپنی جماعتوں کو چنتا اور انھیں اپنا خلیفہ بناتا ہے، پس وہ دنیا کو صفات الٰہیہ کا تجلی گاہ بنانا چاہتے ہیں نہ کہ تخت ابلیس کے احکام شیطانیہ کا جہنم کدہ۔ وہ ہر اس چیز سے خوش ہوتے ہیں جن سے رب العالمین خوش ہے اور ہر اس درخت کی جڑ کاٹنا چاہتے ہیں جو صفات شیطانیہ کے بیج کا پھل ہے، پھر وہ اپنی تمام قوتوں کو "حدود اللہ" کی حفاظت کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں، اور دنیا کی جو جو قوتیں ان حدود کو توڑنے والی اور انسانیت کو اسکے فطری حقوق سے محروم کرنے والی ہیں، اُن کے تسلط سے عالم کو نجات دلاتے ہیں۔ یہ گویا قوت الٰہیہ اور قوائے شیطانیہ کی ایک جنگ ہوتی ہے، اور جیسا کہ اس نے ہمیشہ کیا ہے، وہ اپنی جنود قاہرہ کو فتح دلاتا اور ابلیس کے لشکر کو شرمندہ و سرنگوں کرتا ہے:- ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین، انھم لھم المنصورون، وان جندنا لھم الغالبون

(۱۷۱-۱۳۸)

یہ درجہ آخری درجہ ہے، اور اس لئے "حزب اللہ" کا مقصد حقیقی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حزب اللہ یعنی اپنی جماعت کو جابجا "حزب الشیاطین" یعنی شیطان کی جماعتوں کے مقابلے میں فرمایا ہے۔ سورۂ مجادلہ میں جہاں منافقین و کفر پرست لوگوں کا تذکرہ کیا وہاں پہلے "حزب الشیاطین" کی طرف اشارہ کیا:۔

استحوذ علیھم الشیطان فانساھم ذکر اللہ، اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون (۵۸ — ۱۸)

"شیطان (اور اس کی قوتیں) ان پر مسلط ہوگئی ہیں، پس انھوں نے خدا کے ذکر اور اسکے رشتے کو فراموش کر دیا ہے۔ یہ حزب الشیطان" یعنی شیطان کی جماعت ہے ۔۔۔ یقیناً [illegible] حزب الشیطان برباد و تباہ ہی ہوگا"

پھر اسی سورۃ میں اس آیۂ کریمہ کے بعد سچے اور راستباز مؤمنوں کا ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ انکی علامت یہ ہونی چاہئے کہ اللہ اور اسکی صداقت و عدالت کے آگے دنیا کی تمام قوتوں اور بندشوں کو ہیچ سمجھیں، ولوکانوا اٰباءھم، او ابناءھم، او اخوانھم، او عشیرتھم، اگرچہ انکے ماں باپ، اہل و عیال، برادر و قریب، اور خاندان اور کنبے ہی کے لوگ کیوں نہوں، لیکن خدا کی راہ میں وہ کسی کی پروا نہ کریں۔

پھر ان کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے کہ:۔

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ [illegible] جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا، رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ، (۵۸ — ۲۱)

"یہی وہ سچے مؤمن ہیں جنکے دلوں کے اندر خدا نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی نصرت فرمائی ہے۔ نیز وہ انھیں کامیابی و فتمندی کے ایسے باغوں میں داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی، اور وہ ہمیشہ اسکا عیش ابدی حاصل کرینگے۔ یہی وہ خدا کے خاص بندے ہیں جن سے وہ

راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں "

ان اوصاف وخصائص کے بیان کرنے کے بعد پھر اس جماعت کا نام بتایا کہ :-

اولئک "حزب اللہ" [illegible] یہی "حزب اللہ" یعنی خاص اللہ کی جماعت ہے اور یقین کرو کہ خود حزب اللہ ھم المفلحون (۲۲:۵۸) حزب الشیطان کی شان و شوکت کیسی ہی [illegible] فریب ہو مگر آخرکار یہی لوگ فلاح پائیں گے ۔

ان آیات سے عجیب و غریب نکات و معارف سامنے آتے ہیں مگر وقت تشریح نہیں و محول بہ وقت توضیح مقاصد حزب اللہ تاہم مختصراً اتنا اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ ان آیات نے بعض مخصوص علامتوں اور نتائج کو سامنے کر دیا ہے ۔ مثلاً ان سے واضح ہو گیا کہ :-

(۱) خدا نے دنیا میں دو جماعتوں کا ذکر کیا ۔ حزب الشیطان اور حزب اللہ ۔

(۲) حزب الشیطان کا کام یہ ہے کہ وہ چونکہ اپنے تئیں قوائے شیطانیہ کا مرکب بنا دیتا ہے اسلئے شیطان ذکر الٰہی سے اُسے محروم کر دیتا ہے اور خدا کی صداقت وحقانیت بالکل فراموش ہو جاتی ہے ۔ لیکن "حزب اللہ" ذکر الٰہی کو زندہ کرنے والا اور اسکے غلغلے سے تمام عالم کو معمور بنا دینے والا ہے ۔

(۳) حزب اللہ کی اصلی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کی [illegible] اور تمام شیطانی قوتوں سے بکلی باغی ہو جاتا ہے اور اسکی راہ میں کسی دنیوی اثر و قوت سے متاثر نہیں ہوتا ۔

(۴) "حزب الشیطان" کا نتیجہ نامرادی و خسران ہے اور "حزب اللہ" آخرکار فلاح و نصرت پانے والا ہے ۔

(۵) کیونکہ خدا ان کے [illegible] دل پر نقش ایمان کندہ کر دیتا اور اپنی "روح" سے انکی مدد کرتا ہے ۔

(۶) دائمی نشاط کا رو سرور [illegible] انکا حصہ ہے ۔

(۷) بارگاہ الٰہی میں ان کا درجہ یہ ہے کہ " وہ خدا سے خوش اور راضی ہیں اور خدا ان سے راضی وخوش ہے " اور یہ انتہائی مراتب عباد اللہ ہے ۔ کیونکہ ان کی رضا اور اپنی رضا ، دونوں

کا خدا نے ایک ساتھ ذکر کیا۔

حاصل سخن یہ کہ "حافظین لحدود اللہ" کا مقام جماعت "حزب اللہ" مرتبہ آخری ہے اور ان مراتب ثمانیہ کے طے کرنے کے بعد اس جماعت کا فرض ختم ہوجاتا ہے۔

پس یہی ہیں کہ فرمایا "وبشر المؤمنین" کہ ان کو فلاح دارین کی بشارت پہنچا [illegible]
یہی قرآن حکیم کے مقرر کردہ مراتب عمل ہیں، جن کو حلقہ حزب اللہ اختیار کرے گا۔

جماعۃ ثلاثہ

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا، فمنھم ظالم لنفسہ، و منھم مقتصد، و منھم سابق بالخیرات باذن اللہ۔ ذالک ھو الفضل الکبیر۔ ([illegible])

(ترجمہ)

پھر پچھلی قوموں کے بعد ہم نے اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو کتاب الٰہی (قرآن) کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے اپنی خدمت کے لئے انتخاب کر لیا (یعنی مسلمانوں کو) پس اُن میں سے ایک گروہ تو ان کا ہے جو اپنے نفوس پر (ترک اعمال اور ارتکاب معاصی) ظلم کر رہے ہیں۔ دوسرا ان کا، جنھوں نے معاصی کو ترک اور اعمال کو اختیار کیا ہے پر خدا پرستی اور ترک نفسانیت میں ان کا درجہ درمیانہ ہے [illegible] تیسرے وہ، جو اذن الٰہی سے تمام اعمال حسنہ و صالحہ میں اوروں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور یہ خدا کا بہت ہی بڑا فضل ہے!

اس آیۃ کریمہ میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو تین طبقوں میں منقسم کر دیا ہے:-

(۱) وہ جو اپنے نفوس پر ظلم کر رہے ہیں کیونکہ خدا سے غافل [illegible] کی عزت کو بھولے ہوئے ہیں۔ یہ طبقہ تمام اُن مسلمانوں کا ہے جو اپنے [illegible] ایمانی تو ضرور رکھتے ہیں پر ایمانی قوت میں ضعف بھی [illegible] کمال ہے اور عمل مفقود۔

(۲) درمیانی طبقہ جو غفلت سے متنبہ ہو اعمال حسنہ اختیار کئے اور امر الٰہی کے آگے

سر اطاعت خم کیا۔

(۳) اعلیٰ ترین طبقہ جو نہ صرف خیرات و محاسن کا انجام دینے والا، بلکہ اُن میں اوروں سے پیش رو بھی ہے اور نیکی کی صفوں میں سب سے آگے بڑھ جانے والا ہے۔

قوم کے مختلف طبقات و مدارج کی یہ ایک قدرتی تقسیم ہے اور ہر قوم میں یہی تین جماعتیں ہوتی ہیں۔ پھر جن میں پہلی کم، دوسری بکثرت، اور تیسری کافی ہوتی ہے، وہ تمام قوموں میں سرفراز و ممتاز ہو جاتی ہے، اور جس میں صرف پہلی کی کثرت، دوسری بہت کم، اور تیسرا گروہ کالعدم ہوتا ہے، وہ دنیا میں اپنے زندہ رہنے کا حق کھو دیتی ہے۔

"حزب اللہ" کے تین درجے

پس اس تقسیم قرآنی کی بنا پر اس جماعت کے بھی تین درجے قرار پائے ہیں:-

(۱)

ہر مسلمان جو راستبازی کا متلاشی، اصلاح حال کا متمنی، اور اسلام کے اس دور غربت میں خدمت و جہاد فی سبیل اللہ کی اپنے دل میں سوزش و تپش رکھتا ہے، نیت صالح ارادۂ محکم، اور اقرار واثق کے ساتھ دین الٰہی کے اس میثاق مقدس کو دُہرائے:-

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین - لا شریک لہ و

بذالک امرت وانا اول المسلمین!

میری عبادت، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، غرضکہ میری ہر چیز صرف اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔ اسی قربانی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا "مسلم" ہوں!

اور اپنی تمام قوتوں اور خواہشوں کے ساتھ خدا کی قربانی کے لئے طیار ہو کر اقرار کرے کہ وہ اللہ کے رشتے میں منسلک ہوتا، اور اسکی جماعت کے فرائض ادا کرنا چاہتا ہے، پس وہ طبقہ "ظالم لنفسہ" میں سے طبقہ "مقتصد" کے لئے منتخب ہو جائیگا، اور اسکے بعد اگر

آزمائش شروع ہو جائے گی۔ یہ آزمائش اُس وقت تک جاری رہیگی جس وقت تک وہ دوسرے درجے میں شامل ہونے کا اہل ثابت نہو۔

(۲)

اُن لوگوں میں سے جو پہلی جماعت میں منتخب ہوئے ہیں، دیکھا جائیگا۔ اپنے اعمال و افعال سے عہدِ الٰہی کے ایفا اور دینِ حنیفی کے میثاق کی تعظیم کا ثبوت دینگے، ایک دوسری جماعت چھانٹی جائیگی اور اسمیں شامل ہونگے۔ یہ جماعت دوسرے طبقہ میں شامل ہونا ہوگا۔

لیکن اسکے لیے اولین شرط یہ ہوگی کہ داخل ہونے والا امور ذیل کی پابندی کا دوبارہ مخلصانہ عہد کرے، نیز جسقدر زمانہ پہلی جماعت میں بسر کر چکا ہے، اسکے نتائج اسکے عہد کی صداقت کا یقین دلائیں:-

(۱) تمام احکام شریعت کی ان کی تمام شرائط و ارکان کے ساتھ سچی پابندی کرنا اور از سر تا پا اپنے تمام اعمال و افعال حیات، اور تعلقات و لوازم زندگی میں یکسر شریعت اور مجسمۂ اسلامیت ہونا۔

(۲) صداقت الٰہی کی راہ میں سیاحت و سفر اور سیر فی الارض۔

(۳) امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کسی حال میں غافل نہ ہونا، الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کو اپنے تمام اعمال کا دستور العمل قرار دینا، اُن تمام رشتوں کے توڑنے میں جلدی کرنا جو خدا کی رضا سے خالی ہوں، اور ہر اُس رشتے کو ماں باپ اور زن و فرزند کے رشتے سے بھی زیادہ قوی سمجھنا جو اللہ کی راہ میں باندھا جائے۔ خواہ کسی قسم کی مشغولیت اور کیسے ہی کاموں کا انہماک ہو، مگر ہمہ وقت اس دھن میں لگے رہنا کہ بندگانِ الٰہی کو معروف و حق کی دعوت دی جائے، منکرات و منہیات سے روکا جائے، اور دینِ الٰہی کی ایک بھی فوت شدہ سنت ہمارے ہاتھوں زندہ ہو جائے، اور پھر اپنے دل کے اندر کچھ اس طرح اسکی چبھن اور ٹیس پیدا کر لینا کہ جس طرح سانپ کا کاٹا یا بچھو کا ڈسا ہوا

مریض درد اور تڑپ سے لوٹتا اور کراہتا ہے، ٹھیک اسی طرح حق و عدل کی مظلومیت اور دین الٰہی کی بیکسی و غربت پر از سر تا پا پیکر اضطراب اور تصویر التہاب بن جائے!!

(۴) حکم اسلام و شریعت اسلامیہ کی اطاعت کا بتدریج وہ مرتبہ حاصل کرنا اور اس طرح اس کے احکام کی عظمت و سطوت اپنے اوپر طاری کر لینا کہ اسکا ہر حکم فرمان قضا، اور اس کا ہر اشارہ فیصلہ کن جسم و جان ہو۔ اور قلب ہر حال میں اسکے احکام کا منتظر اور اسکے اوامر کے لئے بھوکا پیاسا رہے۔

(۴۲)

اس دوسری جماعت میں سے جو فرزندان حق اپنے اعمال و افعال سے درجۂ سابقیت و مرتبۂ علو و رفعت حاصل کرینگے، انہی سے یہ آخری جماعت منتخب ہوگی اور یہی جماعت "حزب اللہ" کا خلاصۂ مساعی و جہاد، اور اسکی اصلی حکمراں جماعت ہوگی - یہ لوگ "سابق بالخیرات" اور "حافظین لحدود اللہ" ہونگے۔ خدا تعالیٰ جو کام اُن سے لینا چاہے گا، خود لے لیگا، اور جس مقصد کی طرف کھینچے گا، وہ اُس طرف کھنچ جائینگے۔ انکے مقصد آخری کو نہ اسوقت بتلایا جا سکتا ہے اور نہ متعین کیا جا سکتا ہے۔ جو سالک کہ ابتدائی دو جماعتوں سے ترقی کر کے اُس درجہ تک پہنچے گا، وہ خود وہاں کے اسرار و رموز سے آشنا ہو جائیگا۔ اس سے پہلے وہاں کے حالات کسی پر منکشف نہو سکینگے کسی عضو جماعت کے لئے جائز نہو گا کہ ان کے انکشاف کے درپے ہو۔ اور وقت سے پہلے انھیں معلوم کرنا چاہے۔



اسیرِ مالٹا کا پیغام

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی اسیرِ مالٹا و کراچی کی ولولہ انگیز تاریخی تقریروں کا مجموعہ جسمیں یورپ کے مظالم ترکوں اور مسلمانوں پر۔ مالٹا کی کیفیت۔ یونان کی حالت وغیرہ مفصّل دکھائی ہے ۹ر

تقاریر مولانا ظفر علی خاں

فدائے ملت مولانا ظفر علی خاں کی راولپنڈی۔ لاہور۔ کلکتہ۔ الہ آباد کی تقریروں کا مجموعہ ۹ر

دُنیائے اسلام اور خلافت

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کا زبردست خطبۂ صدارت جس میں مولانا نے [illegible] بیان کیا ہے کہ اس وقت روس۔ چین۔ آذربائجان۔ مراکش۔ طرابلس۔ افغانستان۔ الجزائر وغیرہ کے مسلمان خلافت کے لئے کیا کر رہے ہیں ۳ر

سمرنا کی خونی داستان

سمرنا میں یونانی مظالم کی تفصیل۔ مثلاً عورتوں کی عصمت دری بوڑھوں اور بچوں کا قتل عام۔ شہر اور دیہات کا جلایا جانا۔ مساجد اور معابد کی بربادی وغیرہ ۳ر

خطبۂ صدارت مولانا آزاد سبحانی

بہترین سیاسی اور مذہبی مضامین سے بھرا ہوا خطبہ۔ نظام شرعیہ کی پوری تفصیل ۶ر

جذباتِ حرّیت

بہترین قومی نظموں کا مجموعہ جس سے بہتر مجموعہ اس وقت تک شائع نہیں ہوا۔ اس دعوے کو آپ دیکھ کر تصدیق کر سکتے ہیں تمام لیڈران نے پسند کیا ہے بہترین اخبارات نے ریویو کیا ہے ۸ر

تصانیف حضرت مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی

الاظہار (علماء کے فرائض اور واقعات پنجاب پر) ۸ر

المکتوب۔ دس ہزار میل کا خود نوشت سفرنامہ۔ دو زبردست تقریریں۔ ۸ر

درس خلافت۔ ۸ر

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

مضامین و تقاریر حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد

خطبۂ صدارت جلسہ آگرہ معرکۃ الآرا مشہور خطبۂ خلافت کانفرنس آگرہ جس میں ہندو مسلم اتحاد کرانچی رزولیوشن اور دیگر مضامین پر بے مثل مباحثہ ہے۔ ۹ ر

خطبۂ صدارت جلسہ جمعیۃ العلماء ہند۔ لاہور

حصہ اول مکمل تقریری ۶ ر حصہ دوم تحریری ۶ ر

تازہ مضامین ابوالکلام آزاد حضرت مولانا کے تازہ مضامین سنہ ۱۹۲۱ء کا مجموعہ ۱۰ ر

دو جدید کتابیں

حزب اللہ ۱۳ ر خطبات سیاسیہ

جہاد اور اسلام مسئلہ جہاد قربانی حقیقت اسلام۔ عید الضحیٰ و اسوۂ ابراہیمی وغیرہ پر مفصل بحث ۶ ر

صدائے حق۔ الامر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تشریح احکام خداوندی کی تفصیل اعلان حق ۸ ر

دعوت حق۔ تاریخ اسلام سے اعلان حق کی مثال دربار ہارون الرشید کا واقعہ۔ تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ۔ قرآن کے مخلوق و غیر مخلوق کی بحث ۶ ر

مجموعہ مضامین ابوالکلام آزاد حصہ اول

ہندوستان کی آزادی اور دیگر ضروری مسائل پر نایاب مضامین کا مجموعہ ۱۰ ر

الحریت فی الاسلام

حریت اسلامی اور آزادی مسلمانان پر بے مثل تصنیف ۱۲ ر

دعوت عمل

مسلمانوں کے تنزل کا اصلی سبب اور اس کا علاج۔ حق و صداقت کا اعلان اور اسیر تیاری آئندہ ترقی مسلمانان کے لئے ضروری اور اہم تجویز ۸ ر

اتحاد اسلامی ۳ ر ہندوستان پر حملہ ۱ ر بائیکاٹ ۱ ر تعلیمی مقصد ۱ ر

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ